مجلس انصار اللہ یوکے علمی تعلیمی تربیتی مجلہ

انصار الدین

مئی جون ۲۰۱۱ ہجرت، احسان ۱۳۹۰ ہجری شمسی   جلد۸   شمارہ نمبر۳

انصار چیریٹی واک ۲۰۱۱

LIBRARY
JAMIA AHMADIYYA UK







وانڈز ورتھ کونسل کے ٹاؤن ہال میں قرآن کریم کی تعلیم پر مشتمل نمائش

﴿بسم الله الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 8 نمبر 3

مئی تا جون 2011ء

فہرست مضامین

انصار اللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

بابرکت تحریکِ نوافل

کیا آپ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں؟!

صدر مجلس انصار اللہ

چودھری وسیم احمد

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر : **محمود احمد ملک**

نائبین: **نوید احمد، حبیب الرّحمٰن غوری**

مینیجر : **محمود علی مرزا**

ترسیل: فیاض احمد ملہی (انچارج)

زاهد احمد باجوہ، شہباز احمد، ارشد محمود، ادریس احمد بٹر، محمد اختر، عبدالواحد

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF   e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

اداریہ

نبوت و خلافت

سورۃ النور میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک عظیم خوشخبری عطا فرمائی ہے کہ اگر وہ ایمان پر قائم رہیں گے اور نیک اعمال بجالائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں خلافت کی نعمت سے نوازے گا اور پھر اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں تمکنت عطا فرمائے گا اور جب بھی ان پر خوف کی حالت طاری ہوگی تو خدا تعالیٰ اسے امن وامان کی حالت میں بدل دے گا۔

یہ ایک نہایت ہی عظیم الشان مضمون ہے مگر مسلمان اس وعدہ کو ایک ایسا وعدہ سمجھتے ہیں جس کا تعلق محض زمانۂ ماضی سے ہو۔ اور خیال کرتے ہیں کہ اس کا اطلاق صرف اسلام کے دورِ اوّل کی خلافتِ راشدہ پر ہوتا ہے اور اس سے زائد کچھ بھی نہیں۔ بدقسمتی سے وہ اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ آیت مسلمانوں کے لئے ایک دائمی خلافت کی خوشخبری دے رہی ہے جس کے ساتھ مسلمانوں کی دینی و دنیاوی ترقی اور ان کے امن وامان کی ضمانت وابستہ ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے حاصل نورِ فراست کی روشنی میں اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بعض لوگ آیت استخلاف'' کی عمومیت سے انکار کر کے کہتے ہیں کہ منکم سے صحابہ ہی مراد ہیں اور خلافتِ راشدہ حقہ انہیں کے زمانہ تک ختم ہوگئی اور پھر قیامت تک اسلام میں اس خلافت کا نام ونشان نہیں ہوگا۔ گویا ایک خواب وخیال کی طرح اس خلافت کا صرف تیس برس تک دَور تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے اسلام ایک لازوال نحوست میں پڑ گیا''۔

(روحانی خزائن۔شہادۃ القرآن صفحہ 330)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تشریح میں مزید فرماتے ہیں کہ ''ان آیات کو اگر کوئی شخص تامل اور غور کی نظر سے دیکھے تو میں کیونکر کہوں کہ وہ اس بات کو سمجھ نہ جائے کہ خدا تعالیٰ اس امت کے لئے خلافتِ دائمی کا صاف وعدہ فرماتا ہے۔ اگر خلافت دائمی نہیں تھی تو شریعتِ موسوی کے خلیفوں سے تشبیہ دینا کیا معنی رکھتا تھا اور اگر خلافتِ راشدہ صرف تیس برس تک رہ کر پھر ہمیشہ کے لئے اس کا دَور ختم ہو گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ اس امت پر ہمیشہ کے لئے ابوابِ سعادت مفتوح رکھے''۔

(روحانی خزائن، شہادۃ القرآن۔صفحہ 353)

پس اس کلام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں امّت مسلمہ کو یہ خوشخبری عطا فرمائی تھی اور اسی لئے سیّد الرسل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے جس موعود کی بشارت دی تھی اسے نبی اللہ قرار دیا تھا اور مسلم کی حدیث میں چار مرتبہ اسے نبی اللہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ایک اَور حدیث میں خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ کی بشارت دی گئی ہے۔ پس وہ موعود امام سچے وعدوں کے مطابق آچکا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کی جماعت کو خلافت سے سرفراز فرمایا ہے بلکہ اس وقت عالمِ اسلام میں صرف اسی امام کی جماعت یعنی جماعت احمدیہ ہی ہے جسے یہ اعزاز حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں خلافت کا نظام رائج فرمایا ہے اور جس پر آج ایک سو سال سے زائد کا عرصہ بھی گزر چکا ہے۔ خلافت احمدیہ کی برکت سے آج ساری جماعت ایک ہاتھ پر جمع ہے اور خلافت کے ثمرات سے بہرہ مند ہو رہی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جماعت احمدیہ پر خوف کے کئی دَور آئے اور دشمن سمجھ بیٹھا کہ اب یہ جماعت نیست و نابود ہو جائے گی مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق خوف کے یہ ادوار امن میں بدلتے رہے اور جماعت ترقی کی راہوں پر گامزن رہی۔

ہم احمدیوں کے لئے جہاں یہ عظیم الشان اعزاز ہے کہ قرآنی وعدہ کے مطابق ہمیں خلافت کی نعمت سے نوازا گیا ہے وہاں یہ بھی ضروری امر ہے کہ ہم خلافت کے ساتھ وابستہ اپنی ذمہ داریوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ آج معاندینِ خلافت نئے انداز سے حملہ آور ہیں اور جدید ذرائع ابلاغ سے خلافت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ ان کا ہدف ہماری نوجوان نسل کو خلافت سے برگشتہ کرنا ہے۔ پس تمام جماعت پر اور خصوصیت سے ہم انصار پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے اُس عہد کو یاد رکھیں جس میں ہم نے خدا تعالیٰ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ نظام خلافت کی حفاظت کے لئے ہم آخر دم تک جہد و جہد کرتے رہیں گے اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہیں گے نیز اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے رہیں گے۔

آج عالمِ اسلام ایک کربناک دَور سے گزر رہا ہے۔ سیاسی اور مذہبی رہنما دونوں حکمت اور فراست سے محروم ہیں اور یہی حال عوام کا ہے۔ کاش خدا تعالیٰ انہیں بصیرت عطا فرمائے تا کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرستادہ کو پہچان سکیں اور اس کے سلسلہ سے وابستہ ہو کر اور خلفاء احمدیت کی خداداد فراست سے بہرہ مند ہو کر امن وسلامتی کی راہ پر گامزن ہو سکیں کیونکہ الٰہی وعدہ کے مطابق آج دنیا کی امن وسلامتی خلافتِ احمدیہ ہی کے ساتھ وابستہ ہے۔

درس القرآن

هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیین رَسُوْلًا مِنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْن وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔

(سورۃالجمعۃ:۳ و ۴)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایک شخص کے ظہور کی خبر دی گئی ہے جو کہ امّت محمدیہ میں مبعوث ہوگا اور وہ ایمان کو، اگر وہ ثریا ستارے پر بھی چلا جائے گا تو، واپس لائے گا۔ سو اس میں جس موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے وہ وہی مسیح اور مہدی ہے جس نے اشاعت اسلام کی خاطر اذن الٰہی سے اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی ہے۔ مذکورہ آیت کی تفسیر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔ فرمایا:

''......زمانے تین ہیں ایک اوّل جو صحابہؓ کا زمانہ ہے اور ایک اوسط جو مسیح موعود اور صحابہ کے درمیان ہے اور آخری زمانہ جو مسیح موعود کا زمانہ اور مصداق آیت آخرین منھم کا ہے۔ وہ وہی زمانہ ہے جس میں ہم ہیں...... چنانچہ اس زمانہ کے لوگوں کی نسبت آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں خَیْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلُهَا وَ آخِرُهَا۔ اَوَّلُهَا فِیْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وسلّمَ وَ آخِرُهَا فِیْهِمْ عِیْسٰی اِبْنِ مَرْیَمَ وَ بَیْنَ ذٰلِکَ فَیْجٍ اَعْوَج لَیْسُ مِنِّی وَ لَسْتَ مِنْهُمْ یعنی امّتیں دو ہی بہتر ہیں ایک اولیٰ اور ایک آخر۔ درمیانی گروہ ایک لشکر کج ہے جو دیکھنے میں ایک فوج اور روحانیت کی رُو سے مُردہ ہے۔ نہ وہ مجھ سے اور نہ مَیں اُن میں سے ہوں۔ ......اور اس جگہ ایک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ جیسا کہ اللہ جلّشانہ نے ظاہر الفاظ آیت میں وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ کا لفظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ لوگ جو کمالات میں صحابہ کے رنگ میں ظاہر ہوں وہ آخری زمانہ میں آئیں گے۔ ایسا ہی اس آیت وَآخَرِیْنَ مِنْهُم لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے تمام حروف کے اعداد سے جو 1275 ہیں، اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جو آخَرِیْنَ مِنْهُم کے مصداق جو فارسی الاصل ہے، اپنے نشاء ظاہر کا بلوغ اس سن میں پورا کر کے صحابہ سے مناسبت کرے گا۔ سو یہی سن 1275 ہجری جو آیت وَآخَرِیْنَ مِنْهُم لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے حروف کی اعداد سے ظاہر ہوتا ہے، اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے، جو آج کے دن تک 34 برس ہوتے ہیں۔'' (آئینہ کمالات اسلام۔ صفحہ 209 تا 220)

جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام، بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے مفاسد کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ آپ اپنے دعویٰ کے مطابق مسیحیوں کے لئے مسیح اور مسلمانوں کے لئے مہدی اور ہندوؤں کے لئے کرشن یا ہندکلنک اوتار ہیں۔ غرض آپؑ کے وجود میں اللہ تعالیٰ نے سب قوموں کی امیدوں اور آرزوؤں کو جمع کر دیا۔ آپؑ وہ نکتۂ مرکزی تھے جس پر دائرہ کے سب خطوط آکر جمع ہوئے۔

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بھائی خواہ ظالم ہو یا مظلوم اُس کی مدد کرو

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْمَظْلُوْمًا قَالُوْ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا نَنْصُرُہٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ نَنْصُرُہٗ ظَالِمًا قَالَ تَاْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ (بخاری)

ترجمہ: انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اپنے مسلمان بھائی کی بہرحال امداد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا کہ مظلوم ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مظلوم بھائی کی مدد کا مطلب تو ہم سمجھ گئے۔ مگر ظالم بھائی کی مدد کس طرح کی جائے؟ آپ نے فرمایا ظالم بھائی کی مدد اس کے ظلم کے ہاتھ کو روک کر کرو۔

تشریح: یہ لطیف حدیث فلسفہ اخوت اور فلسفہ اخلاق کا ایک نہایت گراں قدر مجموعہ ہے۔ فلسفۂ اخوت کا پہلو تو یہ ہے کہ ایک مسلمان بھائی کی مدد ہر حال میں ہونی چاہئے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ اخوت وہ چیز نہیں جسے کسی حالت میں بھی فراموش یا نظر انداز کیا جائے۔ جو شخص ہمارا بھائی ہے وہ ہر صورت میں ہماری مدد کا مستحق ہے اور اس کا ظالم یا مظلوم ہونا اس کے اس حق پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ اس کے مقابل پر اس حدیث کے فلسفۂ اخلاق کا پہلو یہ ہے کہ خواہ ہمارا واسطہ غیر کے ساتھ ہو یا کہ بھائی کے ساتھ ہمارا ہر حال میں فرض ہے کہ دنیا سے ظلم اور بدی کو مٹائیں اور نیکی اور انصاف کو قائم کریں۔ کسی کے غیر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس پر ظلم کریں اور کسی کے بھائی ہونے کے یہ معنی نہیں کہ ہم ایک ظلم میں بھی اس کے معین و مددگار ہوں۔

اب غور کرو کہ بظاہر یہ دونوں باتیں ایک دوسرے سے کس قدر مخالف اور کتنی متضاد نظر آتی ہیں۔ اگر ظالم بھائی کی مدد نہ کی جائے تو اخوت کی تاریں ٹوٹتی ہیں۔ اور اگر ظالم بھائی کی مدد کی جائے تو انصاف ہاتھ سے دینا سے پڑتا ہے۔ لیکن ہمارے آقا (فداہ نفسی) نے ان متوازی نہروں کو جو بظاہر ہمیشہ ایک دوسرے سے جدا رہتی ہوئی نظر آتی ہیں حکمت و دانش مندی کی ایک درمیانی نہر کے ذریعہ اس طرح ملا دیا ہے کہ وہ گویا ایک جان ہو کر بہنے لگ گئی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اخوت ایک ایسا مقدس رشتہ ہے جو کسی حالت میں ٹوٹنا نہیں چاہئے۔ میرا بھائی خواہ اچھا ہے یا برا نیک ہے یا بد، ظالم ہے یا مظلوم، بہرحال وہ میرا بھائی ہے اور اس کی اخوت کی تاریں کسی حالت میں کاٹی نہیں جاسکتیں۔ لیکن خدائے اسلام ظلم کی بھی اجازت نہیں دیتا اور دشمن تک سے انصاف کا حکم فرماتا ہے۔ اس لئے ان دو باتوں کو اس طرح ملاؤ کہ بھائی کی تو بہرحال مدد کرو۔ لیکن اس کے ظالم ہونے کی حالت میں اپنی مدد کی صورت کو بدل دو۔ اگر وہ مظلوم ہے تو اس کے ساتھ ہو کر ظالم کا مقابلہ کرو۔ اور اگر وہ ظالم ہے تو اس کے ساتھ لپٹ کر اس کے ظلم کے ہاتھ کو مضبوطی کے ساتھ روکو اور اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس سے عرض کرو کہ بھائی ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں مگر اسلام ظلم کی اجازت نہیں دیتا اس لئے میں تمہارے ہاتھ کو ظلم کی طرف بڑھنے نہیں دوں گا۔ یہ وہ مقدس اصول ہے جو اس لطیف حدیث میں آنحضرت ﷺ نے قائم فرمایا ہے۔

یہ خیال کرنا جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے محض زور دینے کی خاطر خاص قسم کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ورنہ مقصد یہی ہے کہ اگر تمہارا بھائی مظلوم ہے تو اس کی مدد کرو اور اگر وہ ظالم ہے تو اس کے خلاف کھڑے ہو جاؤ بالکل غلط اور حدیث کے حکیمانہ الفاظ کے ساتھ گویا کھیلنے کے مترادف ہے اگر آنحضرت ﷺ کا یہی منشاء ہوتا۔ تو آپ بڑی آسانی کے ساتھ فرما سکتے تھے کہ تم بہرحال ظلم کا مقابلہ کرو۔ خواہ وہ تمہارے دشمن کی طرف سے ہو یا تمہارے بھائی کی طرف سے لیکن آپ نے ہرگز ایسا نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ نے اس فرمان میں بظاہر دو متضاد باتوں کو ملا کر ایک نہایت لطیف اور اچھوتا نظریہ قائم فرمایا ہے۔ جو یہ ہے کہ: (1) بھائی بہرحال مدد کا مستحق ہے۔ (2) ظلم کا بہرحال مقابلہ ہونا چاہیے۔ (3) اگر بھائی مظلوم ہو تو اس کی مدد کرو اور اگر بھائی ظالم ہو تو مدد کی نوعیت کو بدل کر اس کے ظلم کے ہاتھ کو روکو تا کہ اخوت بھی قائم رہے اور ظلم کا انسداد بھی ہو جائے۔

یہ وہ مرکب نظریہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پیشتر عرب کے صحرا سے اٹھ کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ لیکن آج تک یورپ اور امریکہ کی کوئی ترقی یافتہ قوم بھی اس نظریہ کی بلندی کو نہیں پہنچ سکی۔ انہوں نے اگر کسی قوم کے ساتھ اخوت کا عہد باندھا تو اس اخوت کے اکرام میں بے پناہ ظلم کا دروازہ کھول دیا اور اگر بزعم خود کسی ظلم کے انسداد کے لئے اُٹھے تو اخوت کے عہد کی دھجیاں اڑا دیں۔

کلام الامام علیہ السلام

قرآن شریف کے اتباع کی برکات

''یاد رکھو کہ قرآن کریم کے پانسو کے قریب حکم ہیں۔ اور اس نے تمہارے ہر ایک عُضو اور ہر ایک قوت اور ہر ایک وضع اور ہر ایک حالت اور ہر ایک عمر اور ہر ایک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے۔ سوتم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔ جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے، مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مؤاخذہ کے لائق ہوگا۔ اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جوا اپنی گردنوں پر رکھو۔''

(ازالہ اوھام. حصہ دوم صفحہ 336)

''میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم ﷺ سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحبِ کرامات بنا دیتا ہے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم. صفحہ 61)

''مَیں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 122)

''یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سُن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں، اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 123)

''یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے۔ اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دُور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے۔ اسلئے قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔''

(الحکم. 17 جنوری 1907ء)

''یاد رکھو کہ جس نے قرآن کریم کے الفاظ اور فقرات کو جو قانون ہیں ہاتھ میں نہیں لیا اُس نے قرآن کا قدر نہیں سمجھا۔''

(الحکم. 17 نومبر 1900ء)

''کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کے ماتحت چلتے ہیں۔ قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے۔''

(الحکم. 31 جنوری 1901ء)

''اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی تعریف میں فرماتا ہے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ. قرآن بھی اُنہی لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کریں۔ ابتداء میں قرآن کے دیکھنے والوں کا تقویٰ یہ ہے کہ جہالت اور حسد اور بُخل سے قرآن شریف کو نہ دیکھیں بلکہ نُورِ قلب کا تقویٰ ساتھ لے کر صدق نیّت سے قرآن شریف کو پڑھیں۔''

(الحکم. 31/ اگست 1901ء)

فرمودات امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 4/جون 2010ء کے خطبہ جمعہ میں شہدائے لاہور کے حوالہ سے 28 مئی کو احمدیوں پر توڑی جانے والی ظلم وستم کی اندوہناک داستان کے بعض پہلو بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

''بے شک دنیا میں آج کل دہشت گردی بہت زیادہ ہے۔ پاکستان میں اس کی انتہا ہوئی ہوئی ہے۔لیکن احمدیوں کے خلاف دہشتگردی کو قانون کا تحفظ حاصل ہے۔ اس لئے جوان کے دل میں آتا ہے وہ کرتے ہیں۔ مونگ رسول کا واقعہ ہوا، وہاں بھی دہشت گردی ہوئی، وہاں کے جو دہشت گرد تھے پکڑے گئے تھے ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ کیا ان کو سزا دی گئی؟ وہ پاکستانی گلیوں میں آج بھی آزادی کے ساتھ پھر رہے ہیں۔ پس ان سے تو کوئی احمدی کسی قسم کی کوئی توقع نہیں کر سکتا اور نہ کرتا ہے۔ ہمارا مولیٰ تو ہمارا اللہ ہے اور اس پر ہم توکل کرتے ہیں۔ وہی ہمارا معین و مددگار ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا رہے گا اور اپنی حفاظت کے حصار میں ہمیں رکھے گا۔ ان لوگوں سے آئندہ بھی کسی قسم کی خیر کی کوئی امید نہیں اور نہ کبھی ہم رکھیں گے۔ اس لئے احمدیوں کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اور دعاؤں کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ کی دعا بہت پڑھیں۔ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ کی دعا ضرور پڑھیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت دعائیں کریں۔ ثباتِ قدم کے لئے دعائیں کریں۔ ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑائیں، روئیں۔ ان دو مساجد میں جو ہمارے زخمی ہوئے ہیں ان کے لئے بھی دعائیں کریں۔ ان زخمیوں میں سے بھی آج ایک اور ڈاکٹر عمران صاحب تھے ان کی شہادت ہوگئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ اللہ تعالیٰ باقی جو زخمی ہیں ان کو شفا عطا فرمائے اور ہر احمدی کو ہر شر سے ہمیشہ بچائے۔ احمدیوں نے پاکستان کے بنانے میں کردار ادا کیا تھا اور ان لوگوں سے بڑھ کر کیا تھا، جو آج دعویدار ہیں، جو آج پاکستان کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں اس لئے ملک کی بقا کے لئے بھی دعا کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور ان لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے اور ان کے عبرتناک انجام کے لئے بھی دعا کریں جو ملک میں افراتفری اور فساد پھیلا رہے ہیں، جنہوں نے ملک کا سکون برباد کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔

ایک بات اور کہنا چاہوں گا۔ ایک احمدی نے بڑے جذباتی انداز میں ایک خط لکھا لیکن اس سوچ پہ مجھے بڑی حیرت ہوئی، کیونکہ پڑھے لکھے بھی ہیں جماعتی خدمات بھی کرنے والے ہیں۔ ایک فقرہ یہ تھا کہ ''دشمن نے کیسے کیسے ہیرے مٹی میں رول دیئے''۔ یہ بالکل غلط ہے۔ یہ ہیرے مٹی میں رولے نہیں گئے۔ ہاں دشمن نے مٹی میں رولنے کی ایک مذموم کوشش کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اہمیت پہلے سے بھی بڑھا دی اور ان کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ ان کو دائمی زندگی سے نوازا۔ اس ایک ایک ہیرے نے اپنے پیچھے رہنے والے ہیروں کو مزید صیقل کر دیا۔ ان جانے والے ہیروں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے چمکدار ستاروں کی صورت میں آسمانِ اسلام اور احمدیت پر سجا دیا جس نے نئی کہکشائیں ترتیب دے دی ہیں اور ان کہکشاؤں نے ہمارے لئے نئے راستے متعین کر دیئے۔ ان میں سے ہر ہر ستارہ جب اس سے علیحدہ ہو کے بھی ہمارے لئے قطب ستارہ بن جاتا ہے۔ پس ہمارا کوئی بھی دشمن کبھی بھی اپنی مذموم اور قبیح کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور ہر شہادت بڑے بڑے پھل پیدا کرتی ہے، بڑے بڑے مقام حاصل کرتی ہے''۔

شجاعت واستقامت کے کوہ گراں

(شیخ فضل عمر)

آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے ابتدائی صحابہ کی طرف سے ایمان کی خاطر پیش کی جانے والی قربانیوں کے زندۂ جاوید نمونے آج بھی ہم احمدیوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے اصحاب کو تیروں، تلواروں اور نیزوں سے شہید کیا گیا، صلیب دے کر شہید کیا گیا، جلتے انگاروں پر لٹایا گیا، عین دوپہر کے وقت گرم پتھروں پر گھسیٹا گیا، زدوکوب کیا گیا اور مار مار کر لہولہان کردیا گیا۔ الٹا لٹکا کر نیچے آگ جلائی جاتی، لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں کھڑا کیا جاتا۔ انہیں بھوکا اور پیاسا رکھا گیا، قیدوبند کی صعوبتیں دی گئیں، سوشل بائیکاٹ ہوا، جائیدادیں چھین لی گئیں، ماؤں سے بچے جدا کردیئے گئے، ہجرت پر مجبور کیا گیا، مقدس حاملہ عورتوں کے حمل گرائے گئے، نام بگاڑے گئے، مساجد شہید کی گئیں اور نماز پڑھنے سے روکا گیا۔ غرض روزانہ نئے ستم ایجاد کئے گئے لیکن وہ عزم وشجاعت اور صبر وثبات کے ایسے عظیم پیکر تھے جنہوں نے اذیتوں کے سارے پتھر اپنے پائے استقامت سے رونڈ ڈالے اور اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر، مالوں کی قربانی پیش کر کے اور اپنی اولاد اور ہر پیاری چیز کو راہ خدا میں پیش کرتے ہوئے توحید کا پرچم سربلند رکھا پس خدا نے ان کے نام زندۂ جاوید کردیئے۔

بے دردی سے مارپیٹ

ایک روز مسجد حرام کے قریب کفار نے آنحضور ﷺ کو زدوکوب کرنا شروع کیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دوڑتے ہوئے جا کر کفار کو برا بھلا کہا تو انہوں نے آنحضور ﷺ کو چھوڑ دیا اور آپؓ کو مارنے لگے۔ آپؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ ابا گھر آئے تو آپ جب بالوں کی مینڈھی کو ہاتھ لگاتے تو وہ آپؓ کے ہاتھ میں آجاتی۔ اس پر یہی فرماتے تبارکت یا ذاالجلال والاکرام۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابوبکرؓ اسلام لائے تو مشرکین نے انہیں مارنا شروع کیا۔ بدبخت عتبہ بن ربیعہ نے اپنے جوتے سے چہرے پر اتنے وار کئے کہ چہرہ پہچانا نہ جاتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آکر جب ہجرت کا ارادہ کیا تو مکہ کے ایک رئیس ابن الدغنہ نے آپؓ کو یہ کہہ کر پناہ دی کہ ایسا شہر کس طرح آباد رہ سکتا ہے جہاں سے آپ ایسی ہستی رخصت ہوجائے۔ چنانچہ اُس کی ضمانت پر آپؓ واپس تشریف لے آئے۔ لیکن جلد ہی کفار نے ابن الدغنہ پر دباؤ ڈالا کہ آپؓ کی عبادت کی وجہ سے کفار کے بیوی بچے آپؓ کی طرف راغب ہورہے ہیں۔ چنانچہ ابن الدغنہ نے آپؓ سے کہا کہ آپؓ کے طرزِ عمل سے اہل مکہ کو شکوہ ہے کہ اس طرح اُن کی عورتیں اور بچے مسلمان ہوجائیں گے اس لئے آپؓ یہ طریق چھوڑ دیں اور اندر بیٹھ کر قرآن شریف پڑھا کریں ورنہ مجھے اپنی حفاظت واپس لینی پڑے گی۔ آپؓ نے جواب دیا کہ آپ اپنی حفاظت بے شک واپس لے لیں، مجھے اللہ اور اس کے رسول کی حفاظت ہی کافی ہے۔ چنانچہ ابن الدغنہ نے اپنی حفاظت واپس لینے کا اعلان کردیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہجرت مدینہ تک مکہ میں ہی قیام فرمایا اور کفار کے مظالم صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔

جب حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے حضرت طلحہؓ مسلمان ہوگئے تو نوفل بن خویلد نے دونوں کو پکڑ کر ایک رسی میں بندھوا دیا اور تکالیف پہنچائیں۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت طلحہؓ کے ہاتھ گردن میں باندھ کر کچھ لوگ انہیں کھینچے پھرتے ہیں اور اُن کی والدہ اُن کے پیچھے غراتی اور گالیاں دیتی ہوئی چلی جاتی ہے۔

عمر بن خطاب گھر سے ننگی تلوار ہاتھ میں لئے نکلے تا کہ نعوذ باللہ محمد رسول اللہ ﷺ کی آواز ہمیشہ کے لئے دبا دیں۔ راستہ میں کسی نے اطلاع دی کہ اپنی بہن اور بھائی کی خبر لو، وہ دونوں مسلمان ہوچکے ہیں۔ چنانچہ آپ غصہ کی حالت میں اپنی بہن کے گھر پہنچے۔...... حضرت فاطمہؓ بنت خطاب نے اپنے بھائی عمر بن خطاب کے ہاتھ سے مار کھائی اور زخمی ہوئیں لیکن اپنی استقامت کے اظہار کے ساتھ اُن کے اسلام قبول کرنے کا ذریعہ بنیں۔

حضرت عمر کے بہنوئی حضرت سعیدؓ بن زید ایمان لائے تو آپ انہیں رسیوں سے باندھ دیتے تھے۔

حضرت عمرؓ جیسے جری شخص کو بھی مسلمان ہونے پر مسجد حرام میں پیٹا گیا۔

حضرت زبیرؓ بن عوام آنحضرت ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ سولہ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ آپؓ کا چچا آپؓ کو چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیتا لیکن آپؓ استقلال سے توحید پر قائم رہے۔ پہلے حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت فرمائی۔

حضرت سعدؓ بن عبادہ مسلمان ہوئے تو دشمنوں نے ان کے ہاتھ گردن سے باندھ کر زدوکوب کیا، بال کھینچے اور گھسیٹتے ہوئے مکہ میں لائے۔

حضرت عثمانؓ بن مظعون نے اسلام قبول کیا تو ایک مشرک نے اُن کی آنکھ پر مکہ مار کر ڈیلہ باہر نکال دیا۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو خانہ کعبہ میں قرآن پڑھنے پر اتنا مارا گیا کہ چہرے پر نشان پڑ گئے۔

حضرت خالدؓ بن سعید نے ایک خواب دیکھ کر قبول اسلام کی ابتدا میں ہی توفیق پائی۔ والد کے ہاتھوں شدید دکھ برداشت کئے۔ قید تنہائی میں کئی روز بھوکے پیاسے رکھے گئے۔ آخر ایک روز موقع پا کر بھاگ نکلے اور اطراف مکہ میں روپوش ہوگئے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کو جب آنحضور ﷺ کے دعویٰ کی خبر پہنچی تو آپ نے تحقیق کیلئے اپنے بھائی کو مکہ بھجا۔ اُس نے واپس آکر آنحضور ﷺ کی تعریف کی تو آپؓ خود مکہ آئے اور اسلام قبول کرلیا۔ آنحضور ﷺ نے آپؓ کی تکلیف کے خیال سے فرمایا کہ اگر چاہو تو اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرو اور فتح اور غلبہ کا انتظار کرلو تو آپؓ نے عرض کیا کہ میں سچائی کو چھپا نہیں سکتا۔ پھر آپ مسجد حرام تشریف لے گئے اور بلند آواز سے کلمہ پڑھا۔ کفار نے خوب مارا تو حضرت عباس نے (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کفار سے یہ کہہ کر آپؓ کو نجات دلوائی کہ قبیلہ غفار مکہ سے

شام جانے والے راستہ پر پڑتا ہے، اگر اس (ابوذرؓ) کو نقصان پہنچا تو وہ قریش کا راستہ روک دیں گے۔ تاہم دوسرے روز دوبارہ یہی واقعہ ہوا اور آپ کو کلمہ پڑھنے پر کفار نے شدید اذیت پہنچائی۔

حضرت سلمہؓ ابن ہشام ابتدائی زمانہ میں مسلمان ہوئے اور ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے۔ اہل مکہ کے اسلام لانے کی افواہ کو سچا سمجھ کر واپس آئے تو پھر آپؓ کے بھائی ابوجہل نے آپؓ کو کہیں جانے نہ دیا اور ایک لمبا عرصہ اذیتیں دیتا رہا۔ آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لانے کے بعد دعا کیا کرتے کہ خدایا ولیدؓ بن ولید، سلمہؓ بن ہشام اور عیاشؓ بن ربیعہ کو مشرکین کی سختیوں سے نجات دے۔ ولیدؓ بن ولید غزوہ بدر میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے نکلے اور حضرت عبداللہؓ بن جحش کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ آپکے بھائی خالد بن ولید آپ کو چھڑانے کیلئے آئے تو آنحضور ﷺ نے فدیہ میں اُن کے والد کی زرّہ، تلوار اور خود طلب کیں۔

خالد نے فدیہ دے کر ولید کو چھڑا لیا لیکن مکہ واپس روانہ ہوئے تو راستہ میں ہی بھائیوں کو چھوڑ کر مدینہ آئے اور مسلمان ہو کر پھر بھائیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ بھائیوں نے کہا کہ جب تم نے اسلام قبول کرنا ہی تھا تو فدیہ سے قبل ہی کیوں نہ ہو گئے، خواہ مخواہ والد کی نشانیاں بھی ضائع ہو گئیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ مَیں قریش کو یہ طعنہ دینے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ ولید فدیہ کے ڈر سے مسلمان ہو گیا ہے۔ راستہ میں تو بھائیوں نے کوئی تعرض نہ کیا لیکن مکہ پہنچ کر آپؓ کو سلمہؓ اور عیاشؓ کے ساتھ قید کر دیا۔ عیاشؓ بن ربیعہ نے ابتدائی ایام میں اسلام قبول کیا اور لمبا عرصہ ابوجہل کی اذیتیں سہیں جو آپؓ کا ماں جایا بھائی تھا۔ پھر آپؓ مدینہ ہجرت کر گئے تو ابوجہل نے مدینہ آکر آپؓ سے کہا کہ والدہ تمہاری جدائی سے سخت بے قرار ہیں، انہوں نے قسم کھالی ہے کہ جب تک وہ تم کو دوبارہ دیکھ نہ لیں گی، اُس وقت تک نہ سر میں تیل ڈالیں گی اور نہ سایہ میں بیٹھیں گی۔ عیاشؓ ماں کا یہ حال سن کر ابوجہل کے ساتھ مکہ واپس آ گئے اور یہاں پہنچ کر ابوجہل نے انہیں بھی قید کر دیا۔ یہ تینوں کفار کی قید میں تھے کہ ولیدؓ کسی طرح نکل بھاگے اور مدینہ پہنچ کر آنحضور ﷺ کو ساری داستان سنائی۔ آنحضور ﷺ نے ولیدؓ کو دوبارہ مکہ بھیجا تا کہ دونوں قیدی ساتھیوں کو بھی چھڑا لائیں۔ چنانچہ آپؓ مکہ گئے اور دونوں صحابہؓ کو نکال لائے۔

مظالم کی انتہاء

آنحضور ﷺ کے دعویٰ سے قبل آپؐ کی دو صاحبزادیوں کے نکاح ابولہب کے دو بیٹوں سے ہو چکے تھے۔ جب آپؐ نے توحید کا اعلان کیا تو ابولہب نے اُن دونوں کو طلاق دلوادی۔ یہ دونوں مقدس خواتین پھر یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے عقد میں آئیں۔

آنحضرت ﷺ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے خاوند ابوالعاص نے بدر میں کفار کی طرف سے شرکت کی اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر اس شرط پر رہا کئے گئے کہ واپس جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے واپس جا کر حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ روانہ کیا۔ لیکن قریش نے تعاقب کیا اور ایک بدبخت ہبار بن اسود نے آپؓ کو نیزہ مار کر زمین پر گرا دیا۔ آپؓ حاملہ تھیں، چنانچہ حمل ساقط ہو گیا اور اسی حادثہ کے نتیجہ میں آپؓ نے وفات پائی۔

حضرت خبابؓ کی مالکن ام انمار لوہا گرم کر کے آپؓ کے سر پر رکھ دیتی۔ آپؓ نے آنحضور ﷺ سے اُس کی شکایت کی تو اُس کے سر میں ایک بیماری ہو گئی اور آپؓ نے اُس کے مظالم سے نجات پائی۔

صفوان بن امیہ کے غلام حضرت ابوفکیہہؓ اسلام لائے تو وہ اور اُس کا بھائی آپؓ کو رسی سے باندھ کر گرم پتھروں پر گھسیٹتے اور گلا گھونٹتے۔ باقی قبیلہ بھی اُن پر اتنے ظلم کرتا کہ آپؓ اپنے حواس کھو بیٹھتے۔ پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر آپؓ کو تپتی ریت پر گھسیٹا جاتا۔ ایک روز غلاموں کے مولیٰ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپؓ پر ظلم ہوتا ہوا دیکھا تو آپؓ کو خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت بلالؓ حبشی غلام تھے۔ آپؓ کا مالک امیہ بن خلف آپؓ کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ریت پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا اور زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگاتا۔ ایذا دینے والے تھک جاتے اور باریاں بدلتے رہتے لیکن آپؓ کی زبان سے اَحَد اَحَد کے سوا کچھ نہ نکلتا۔ ایک بار حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپؓ کو اس حالت میں دیکھا تو خرید کر آزاد کر دیا۔

معاشرتی بائیکاٹ

آخر کفار مکہ نے 7 نبوی میں ایک معاہدہ لکھ کر مسلمانوں کا معاشرتی بائیکاٹ کر دیا اور انہیں شعب ابی طالب نامی ایک گھاٹی میں محصور کر دیا۔ اس دوران صحابہؓ نے بعض اوقات درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کیا۔ حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میرے پاؤں کے نیچے کوئی چیز آئی جو تر اور نرم معلوم ہوتی تھی، میری بھوک کا یہ عالم تھا کہ میں نے فوراً اُسے نگل لیا اور آج تک مجھے پتہ نہیں کہ وہ کیا چیز تھی۔ ایک دوسرے موقعہ پر اُنہیں سوکھا ہوا چمڑا مل گیا جسے وہ پانی میں نرم کر کے بھون کر کھا گئے۔

خدا کی خاطر ہجرت

حضرت عثمانؓ ایمان لائے تو آپؓ کے چچا حکم بن ابی العاص نے آپؓ کو پکڑ کر باندھ دیا۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر ابتداء میں ہی مسلمان ہوئے لیکن اسے چھپائے رکھا۔ ایک روز کسی نے آپؓ کو نماز پڑھتے دیکھا تو پھر خاندان کے مظالم آپؓ پر شروع ہوئے اور آپؓ کو قید کر دیا گیا، آخر آپؓ نے حبشہ کی راہ لی۔ ایک مدت کے بعد واپس مکہ آئے۔ پھر اسلام کے پہلے مربی کے طور پر مدینہ بھجوائے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے آپؓ کی اسلام سے پہلی زندگی کے بارہ میں فرمایا کہ مَیں نے مکہ میں مصعبؓ سے بڑھ کر کوئی اَور آدمی ناز و نعمت میں پلا ہوا اور سجا سجایا نہیں دیکھا۔

حضرت خالدؓ بن سعید ایک خواب کی بنا پر اسلام لے آئے تو آپ کے والد نے انہیں شدید زدوکوب کیا اور ایک کوڑے سے اُن کے سر پر اتنی ضربیں لگائیں کہ کوڑا ٹوٹ گیا پھر انہیں بھوکا پیاسا قید کر دیا جہاں سے تین دن کے بعد یہ موقع پاکر فرار ہو گئے اور حبشہ ہجرت کر گئے۔

عیاشؓ بن ابی ربیعہ مسلمان ہوئے تو ابوجہل اور حارث بن ہشام نے انہیں پکڑ کر قید کر دیا۔ پھر ان کے ساتھ ہی حضرت سلمہؓ بن ہشام اور حضرت ولید (خالد بن ولید کے بھائی) کو بھی قید کر دیا۔ ولیدؓ کسی طرح فرار ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر خفیہ طور پر دونوں قیدی ساتھیوں کو اپنے ہمراہ لے کر مدینہ چلے گئے۔

قریش کے سردار سہیل بن عمرو کے بیٹے ابوجندلؓ مسلمان ہوئے تو سہیل نے انہیں کئی برس تک بیڑیاں پہنا کر قید میں رکھا۔ 6 ہجری میں جب آنحضور ﷺ

عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جا رہے تھے تو حدیبیہ کے مقام پر کفار کے ساتھ صلح کا ایک معاہدہ ہوا جس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لا کر مدینہ جائے اُسے مکہ واپس بھیج دیا جائے۔ ابھی صلح نامہ پر دستخط نہیں ہوئے تھے کہ حضرت ابوجندلؓ کسی طرح زنجیروں میں جکڑے ہونے کی حالت میں وہاں پہنچ گئے تا کہ اسلامی لشکر کی مدد سے اس مصیبت سے چھٹکارا پائیں۔ لیکن سہیل نے اصرار کیا کہ ابوجندلؓ کو اُس کے حوالہ کر دیا جائے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے انہیں سہیل کے سپرد کر دیا اور ابوجندلؓ کو تسلی دی اور صبر کرنے کا حکم دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قبیلہ بنو ہذیل سے تھے۔ کنیت ابوعبدالرحمان تھی۔ آپؓ کو ابتدائی زمانہ میں دارِ ارقم میں چھٹے نمبر پر قبولِ اسلام کی سعادت عطا ہوئی۔ آپؓ نے خواہش کر کے حضور اکرم ﷺ سے قرآن کریم کا درس لیا اور ستر سورتیں سیکھیں۔ آپ کو مکہ میں مخالفت کے ابتدائی زمانہ میں سردارانِ قریش کو قرآن مجید بآواز بلند سنانے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ اگرچہ اِس جرم کی پاداش میں آپؓ کو خوب پیٹا گیا۔ چنانچہ آپؓ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت عبداللہؓ بن سہیل قبول اسلام کی بنا پر اپنے خاندان کی طرف سے ملنے والی تکالیف پر حبشہ ہجرت کر گئے۔ کچھ عرصہ بعد واپس آئے تو والد نے پکڑ کر پھر ظلم کا وہی دور شروع کر دیا۔ آخر آپؓ مظالم سے تنگ آکر اپنی توحید کو شرک کے پردہ میں چھپانے پر مجبور ہو گئے۔ مشرکین نے سمجھا کہ آپؓ پھر باطل پرستوں کے حلقہ میں آ گئے ہیں چنانچہ بدر کی جنگ کے لئے آپؓ کو بھی کفار ہمراہ لے گئے لیکن حضرت عبداللہؓ جنگ سے پہلے ہی شرک کا ظاہری جامہ چاک کر کے لوائے توحید کے نیچے آ کھڑے ہوئے۔

خدا کی غالب محبت کی خاطر

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص (فاتح ایران) نے انیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا تو آپؓ کی والدہ نے بات چیت، کھانا پینا سب کچھ چھوڑ دیا اور تین روز تک بے آب ودانہ رہیں۔ آپؓ اپنی والدہ کے بہت فرمانبردار تھے اور اُن سے بہت محبت کرتے تھے لیکن اس موقع پر ایمان کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور کہا کہ اگر تجھ میں ہزار جانیں بھی ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکل جائیں تو بھی میں کسی قیمت پر دین سے جدا نہیں ہو سکتا۔ یہ استقامت دیکھ کر آپؓ کی والدہ نے کھانا پینا شروع کر دیا۔ اسی طرح ان کے چھوٹے بھائی حضرت عامرؓ بن ابی وقاص بھی ابتداء میں ہی (دسویں نمبر پر) ایمان لائے تو آپؓ کی والدہ نے قسم کھالی کہ جب تک عامرؓ تائب نہ ہوں گے وہ نہ سایہ میں بیٹھیں گی نہ کھانا کھائیں گی لیکن آپؓ نے ماں کو تڑپتے ہوئے دیکھ کر بھی دین کو نہ چھوڑا اور پہلے حبشہ ہجرت کی اور پھر مدینہ تشریف لے گئے۔

حضرت ابوسلمہؓ نے مدینہ ہجرت کا ارادہ کیا تو آپؓ کی اہلیہ اور بیٹے کو اُن کے قبیلہ نے روک کر قید کر دیا۔ بعد میں ماں سے حضرت ابوسلمہؓ کے قبیلہ والوں نے بچہ بھی لے لیا اور اس طرح بیوی کو خاوند سے اور بیٹے کو ماں سے جدا کر دیا۔ حضرت امّ سلمہؓ روزانہ صبح ویرانوں میں نکل جاتیں اور سارا دن آنسو بہاتیں۔ سارا سال اسی طرح گزر گیا آخر ایک آدمی کو ان پر رحم آیا اور انہیں بچہ واپس کر کے مدینہ جانے کی اجازت دیدی گئی۔ آپؓ اکیلی بچے کو لے کر مدینہ پہنچیں۔ یہی ام سلمہؓ اپنے خاوند کی شہادت کے بعد آنحضور ﷺ کے عقد میں آئیں اور امّ المومنین کہلائیں۔

مسلمانوں کی آزادی کی خاطر

ایک اور صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہؓ بن حذافہ کا ایمان افروز واقعہ بھی اپنے اندر ایک عجب شان رکھتا ہے۔ آپؓ کو حضرت عمرؓ کے دور میں رومیوں نے گرفتار کر لیا اور بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے عیسائی ہونے کے لئے پہلے کئی قسم کا لالچ دیا اور پھر کئی طرح سے موت کی دھمکی دی۔ آپؓ کو خوفزدہ کرنے کے لئے جسمانی تکلیف بھی دی اور آپؓ کی آنکھوں کے سامنے دوسرے مسلمانوں کو بھی اذیت پہنچائی لیکن جب آپؓ کی استقامت دیکھی تو آپؓ کی نظروں کے سامنے ابلتے ہوئے پانی کی دیگ میں ایک مسلمان کو پھنکوا کر شہید کر دیا اور پھر آپؓ کو عیسائیت کی دعوت دی لیکن انکار کرنے پر آپؓ کو بھی دیگ میں پھینکنے کا حکم دیا۔ جب آپؓ کو دیگ کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو آپؓ کے آنسو نکل آئے۔ بادشاہ نے سمجھا کہ شاید موت سے خوفزدہ ہیں چنانچہ اُس نے پھر عیسائیت کا پیغام پیش کیا لیکن آپؓ نے اپنے آنسوؤں کی وجہ یوں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ ابھی مجھے دیگ میں ڈال دیا جائے گا اور میری ایک ہی جان ہے جو چلی جائے گی جبکہ میری خواہش تو یہ ہے کہ میرے جسم کے بالوں کی تعداد کے برابر میری جانیں ہوتیں جو سب راہِ خدا میں آگ میں ڈال دی جاتیں۔...... بالآخر بادشاہ نے کہا اگر تم میرے سر کو بوسہ دو گے تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ اس پر حضرت عبداللہؓ نے تمام مسلمان قیدیوں کی رہائی کا وعدہ لیا اور سوچا کہ اس کے سر کو بوسہ دینے سے اگر سب کو رہائی نصیب ہوتی ہے تو کیا حرج ہے۔ چنانچہ تمام قیدی رہا ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ عبداللہؓ بن حذافہ کے سر کو بوسہ دے اور اس کا آغاز میں کرتا ہوں۔

نصرت خداوندی

ایسے مصائب کے زمانہ میں بعض ایسے معجزات بھی ہوئے جن کی وجہ سے مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے والے مشرکین کے دل کی کایا پلٹ گئی۔ حضرت ابوامامہؓ اپنی قوم کو تبلیغ کر رہے تھے اور قوم انکاری تھی۔ اس موقع پر انہیں سخت پیاس لگی۔ قوم نے انہیں پانی پلانے سے انکار کر دیا۔ آپ سخت گرمی میں پتھروں پر لیٹ گئے اور بعید نہیں تھا کہ شدّت پیاس سے آپکی جان نکل جاتی کہ ایک آدمی نے خواب میں آپؓ کو نہایت لذیذ پانی پلایا اور یہ معجزہ ساری قوم کے اسلام قبول کرنے کا باعث بنا۔ اسی طرح ایک صحابیہ حضرت امّ شریکؓ کو تبلیغ کے جرم میں مشرکین نے تین دن بھوکا پیاسا اور دھوپ میں باندھ کر رکھا اور اللہ تعالیٰ نے آپؓ سے یہ سلوک فرمایا کہ رؤیا میں ٹھنڈا اور میٹھا پانی پلایا جو آپؓ نے اپنے اوپر بھی چھڑک لیا۔ مشرکین نے یہ جب آپؓ کی حالت دیکھی اور رؤیا سنی تو ایمان لے آئے۔

مال سے محرومی قبول کر لی

حضرت صہیبؓ بن سنان کو روم سے بطور غلام پکڑ کر لایا گیا تھا۔ آپؓ اور حضرت عمارؓ اپنے گھروں سے اکیلے دارارقم کی طرف روانہ ہوئے تا کہ آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیں۔ راستہ میں اتفاقاً دونوں کی ملاقات ہوئی اور پھر اکٹھے مسلمان ہوئے اور دونوں لمبے عرصہ تک کفار کے مظالم سہتے رہے۔ جب ہجرت مدینہ ہوئی تو حضرت صہیبؓ بھی ایک روز مدینہ

کی طرف روانہ ہوئے لیکن کفار کی ایک جماعت نے آپؓ کا تعاقب کیا۔ جب وہ آپؓ کے پاس پہنچے تو کفار نے کہا کہ تم مکہ میں محتاج ہو کر آئے تھے لیکن یہاں آکر دولتمند ہوگئے ہو اب یہ مال لے کر تم یہاں سے نہیں جاسکتے۔ آپؓ نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ مَیں بہت اچھا تیرانداز ہوں، جب تیر ختم ہو جائیں گے تو پھر تلوار سے مقابلہ کروں گا، جب تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے تو پھر جو تمہارا جی چاہے کر لینا، لیکن اگر تم چاہو تو میری جان کے بدلے میرا مال اور دو لونڈیاں لے لو۔ کفار اس پر راضی ہوگئے اور حضرت صہیبؓ نے مدینہ پہنچ کر جب آنحضور ﷺ کو یہ بات بتائی تو آپؐ نے فرمایا: صہیب نے نفع کی تجارت کی۔

مسلمان ہونے کے جرم میں حضرت خبابؓ کی اجرت دینے سے عاص بن وائل نے انکار کر دیا۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادین ایمان لائے تو قوم نے سارے کپڑے چھین لئے۔ آپؓ کی ماں نے ایک چادر انہیں دی جس کے دو حصے کر کے ایک کی آپ نے تہبند بنائی اور دوسرا قمیص کے طور پر اوپر لے لیا اور انہی کپڑوں میں مدینہ ہجرت کی۔ کئی اور صحابہ بھی اپنی جائیدادیں اور مال و دولت چھوڑ کر صرف تن کے کپڑوں میں مدینہ پہنچے۔

خود آنحضور ﷺ کی ساری جائیداد پر عقیل نے جو اُس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے قبضہ کر لیا اور آپؐ کی عالی ظرفی یہ تھی کہ فتح مکہ کے بعد بھی جائیداد کی واپسی کا مطالبہ نہ کیا۔

دہکتے کوئلوں پر لٹایا جانا

حضرت خبابؓ بن ارت بھی غلام بنا کر مکہ میں لائے گئے۔ چھٹے نمبر پر اسلام قبول کیا۔ آہنگری کا کام کرتے تھے۔ کفار آپؓ کی بھٹی سے کوئلے نکال کر آپؓ کو اُن پر لٹادیتے اور چھاتی پر پتھر رکھ دیتے، کوئی بدبخت آپؓ کی چھاتی پر چڑھ جاتا تھا تاکہ آپؓ حرکت نہ کر سکیں۔ چربی کے جلنے کی بو آیا کرتی اور دہکتے ہوئے کوئلے اُس مظلوم کے نیچے ٹھنڈے ہو جاتے لیکن ظالم کا دل نہ پسیجتا۔ لوہے کی زرّہ پہنا کر دھوپ میں ڈال دیتے حتیٰ کہ آپؓ بے ہوش ہو جاتے۔ گرم لوہے سے آپؓ کا سر مبارک داغا جاتا...... جب اسلامی ترقی کا دَور شروع ہوا تو اس بات پر رویا کرتے کہ خدانخواستہ ہماری تکالیف کا بدلہ کہیں اِسی دنیا میں تو نہیں مل گیا۔

ایسے شدید مظالم کے زمانہ میں بھی جب بعض صحابہؓ نے خدمت رسالت میں حاضر ہو کر کفار مکہ کے لئے بددعا کرنے کی درخواست کی تو آنحضور ﷺ کا چہرہ جوش سے تمتما اٹھا اور فرمایا کہ دیکھو تم سے پہلے وہ لوگ گزرے ہیں جن کا گوشت لوہے کے کانٹوں سے نوچ نوچ کر ہڈیوں تک صاف کر دیا گیا مگر وہ اپنے دین سے متزلزل نہیں ہوئے اور وہ بھی جن کے سروں پر آرے چلا کر ان کو دو ٹکڑے کر دیا گیا مگر ان کے قدموں میں لغزش نہیں آئی۔ دیکھو خدا مجھے ضرور غلبہ دے گا۔

چنانچہ پھر اسی سرزمین مکہ میں آپؐ ایک فاتح کی حیثیت سے دس ہزار صحابہ کے ساتھ داخل ہوئے اور اسلام نے شرک اور کفر کو شکست دی اور اُن کفار کی گردنیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جھک گئیں جو مسلمانوں کو دکھ دینے میں پیش پیش تھے۔

نہایت ظالمانہ شہادتیں

حضرت عمارؓ کے والد یاسرؓ یمن سے آکر مکہ میں آباد ہوئے تھے اور ابوحذیفہ نے اپنی لونڈی حضرت سمیہؓ کی شادی اُن کے ساتھ کر دی تھی۔ یہ خاندان ابتدا میں ہی مسلمان ہوگیا اور بنومخزوم نے ان پر ظلم و بربریت کی انتہا کر دی۔ حتیٰ کہ ابوجہل نے حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر ان کو شہید کر دیا۔ یہ اسلام میں پہلی شہادت تھی۔ حضرت یاسرؓ بھی جلد ہی انتقال کر گئے اور حضرت عمارؓ ایک لمبے عرصہ تک کفار کے مظالم کا نشانہ بنائے جاتے رہے۔ قریش آپؓ کو انگاروں پر لٹادیتے اور پانی میں غوطے دیتے لیکن آپؓ کے ایمان میں کوئی لغزش نہ آئی۔

حضرت عروہؓ بن مسعود ثقفی کو 9ھ میں ایک بدبخت نے اس وقت تیر سے شہید کر دیا جب وہ اپنے گھر میں فجر کے وقت اذان دے رہے تھے۔

حضرت فروہؓ بن عمرو فلسطین کے علاقہ میں قیصر روم کے عامل تھے۔ جب مسلمان ہوئے تو قیصر نے انہیں واپس بلا کر قید کر دیا اور پھر صلیب دیکر شہید کر دیا۔

حضرت حبیبؓ بن زید کو مسیلمہ کذاب نے اپنی بغاوت کے زمانہ میں پکڑ لیا اور اُن کا ایک ایک عضو کاٹ کر شہید کر دیا۔

اجتماعی شہادتیں

جنگ بدر کے بعد دس صحابہ کی ایک جماعت کو آنحضرت ﷺ نے ایک مہم پر بھجوایا۔ مقام ہدہ میں ہذیل کے ایک قبیلہ بنی لحیان کے قریباً ایک سو تیر اندازوں نے ان کا پیچھا کر کے ان کا محاصرہ کر لیا اور تیروں کی بارش کر کے سات صحابہ کو شہید کر دیا جبکہ باقی تین سے کہا کہ اگر وہ خود کو کفار کے حوالہ کر دیں تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ جب یہ تینوں کفار کے پاس آئے تو انہوں نے انہیں پکڑ کر باندھنا شروع کر دیا۔ اس پر ایک صحابی نے اعتراض کیا تو کفار نے انہیں شہید کر دیا اور باقی دو صحابہ کو قید کر کے ساتھ لے گئے۔ اُن دو میں سے ایک حضرت خبیبؓ کو بنوحارث نے خرید لیا تاکہ بدر کے میدان میں حضرت خبیبؓ کے ہاتھوں قتل ہونے والے حارث بن نوفل کا بدلہ لے سکیں۔ جب آپؓ کو شہید کرنے کے لئے حرم سے باہر لایا گیا تو آپؓ نے کفار کی اجازت سے دو نفل نماز پڑھی اور پھر فرمایا کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ سمجھو گے کہ مجھے موت کا خوف ہے تو مَیں نماز کو لمبا کرتا۔ پھر حضرت خبیبؓ نے یہ اشعار پڑھے کہ مَیں مسلمان ہونے کی حالت میں جان دے رہا ہوں۔ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ مَیں قتل ہو کر کس پہلو پر گروں گا۔ اور یہ بات خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے ایک ایک ٹکڑے میں برکت رکھ دے۔

اسی زمانہ میں ستر صحابہ کو دھوکہ سے تبلیغ کے بہانے بلا کر انتہائی سفاکی سے شہید کر دیا گیا۔ اُن کے سردار حضرت حرامؓ بن ملحان کو جب پشت کی طرف سے نیزہ مارا گیا تو انہوں نے خون سے چلو بھر کر اپنے منہ اور سر پر پھیر کر فرمایا ''ربّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا''۔

شہید کا بدن بھی تختۂ مشق ستم

غزوہ احد سے قبل آنحضور ﷺ نے خواب دیکھا کہ گائیں ذبح کی جارہی ہیں اور آنحضورؐ کی تلوار میں ایک دندانہ پڑا ہے۔ گائیوں سے مراد صحابہؓ کی شہادت تھی اور تلوار میں دندانہ پڑنے سے مراد حضرت حمزہؓ کی شہادت۔ لیکن آپؓ نے شہادت سے قبل تلوار کے وہ جوہر دکھائے کہ خدا اور اس کے رسولؐ نے آپؓ کو شیر کا خطاب دیا۔ حضرت حمزہؓ دشمنوں کی صفوں کو چیرتے جاتے اور نعرہ بلند فرماتے ''انا اسد اللہ و اسد رسولہ''۔ کئی دشمنوں کی للکار کا آپؓ نے جواب دیا اور آناً فاناً ان کا

کام تمام کر دیا۔ اسی اثناء میں جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نے آزادی اور انعام کے لالچ میں ایک پتھر کے پیچھے سے حضرت حمزہؓ پر نیزے سے حملہ کیا۔ نیزہ جسم کے آر پار ہو گیا۔ آپؓ نے اٹھ کر وحشی پر حملہ کرنا چاہا لیکن گر گئے اور شہید ہو گئے۔ سنگدل کافرہ ہندہ نے درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ چبایا اور آپؓ کے کان، ناک اور دوسرے اعضاء کا ہار بنا کر گلے میں ڈال کر مکہ روانہ ہوئی۔ آنحضورﷺ نے آپؓ کی نعش کو اس حالت میں دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ آنحضورﷺ نے حضرت حمزہؓ کی میت پر کھڑے ہو کر فرمایا ''ابھی جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے، انہوں نے بتایا حمزہ بن عبدالمطلب کو ساتویں آسمان کے مکینوں میں 'حمزہ بن مطلب اسد اللہ و اسد رسولہ' لکھا ہوا ہے''۔ اسکے بعد حضرت حمزہؓ پر کفن کی چادر ڈال دی گئی۔ آنحضرتﷺ نے شہدائے احد کا جنازہ اس طرح پڑھایا کہ نو صحابہ کی میتوں کو سامنے رکھا جاتا تھا اور آپؐ جنازہ پڑھاتے تھے مگر حضرت حمزہؓ کا جنازہ ہر گروپ کے ساتھ پڑھا جاتا۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

حضرت زنیرہؓ ابتدائے بعثت میں اسلام لائیں۔ بنو مخزوم کی کنیز تھی۔ ابوجہل شدید تکلیفیں دیتا۔ اسلام لانے کے بعد اتفاقاً آپؓ اندھی ہو گئیں تو مشرکین نے کہنا شروع کر دیا کہ اسے لات اور عزیٰ کی نافرمانی نے اندھا کر دیا ہے۔ آپؓ جواب دیتیں کہ بتوں کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ انہیں پوجنے والے کون ہیں اور اللہ چاہے تو میری بینائی کو لوٹا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ آپؓ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں، اس پر مشرکین کہنے لگے کہ یہ تو محمدؐ کا جادو ہے۔ ابوجہل آپؓ کو دیکھ کر غصہ سے کہا کرتا کہ کیا اس بیوقوف اور کم علم زنیرہ پر تو اسلام کی سچائی ظاہر ہو گئی اور مَیں صاحبِ علم اور فراست اس سچائی کو نہ سمجھ سکا؟

تاریخ پھر دہرائی جائے گی

ذرا غور کیجئے کہ آج ان اصحابِ رسولؐ کے تمام دشمن ملیامیٹ ہو چکے ہیں لیکن صحابہؓ کی عظیم قربانیوں کو عزت اور فخر کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ آج احمدیوں کو بھی ویسے ہی حالات کا سامنا ہے۔ آج معصوم احمدیوں کو کلمہ شہادت پڑھنے کے جرم میں جانی، مالی اور عزت کی قربانیوں کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ آج احمدی شہداء کے بدن بھی دشمنوں کے غضب کا نشانہ بن رہے ہیں۔ لیکن احمدیوں کے دشمن کو یاد رہنا چاہئے کہ عزم واستقامت اور شجاعت کے جو نظارے آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے چشم فلک نے دیکھے تھے، یہ وہی تاریخ ہے جو آج بھی دہرائی جارہی ہے اور یہی وہ قربانیاں ہیں جن کے مقدر میں فنا نہیں لکھی گئی اور یہی وہ عظمتیں ہیں جو ناقابل تسخیر ہیں اور یہ بھی اپنا رنگ لا کر رہیں گی۔

اگرچہ آج دنیا کے مختلف حصوں میں احمدیوں پر توڑے جانے والے مظالم پر ہر احمدی کا دل زخمی ہے لیکن احمدی اپنے جان سے پیارے آقا کی نصائح کی روشنی میں صحابہ رسولؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے مظلوم بھائیوں کے لئے دعاؤں سے اپنے سجدوں کو تر رکھتے ہیں، اُن کی غیر معمولی قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھنے کا عہد کرتے ہوئے خود بھی قربانیاں پیش کرنے کے عزم کا اعادہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے عہد پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ: اسلام میں شادی بیاہ کا نظام

ہے۔ کیونکہ یہ دعا پھر اولاد پر بھی ممتد ہو جاتی ہے۔ اس کا فیض اولاد پر بھی جاری ہو جاتا ہے...... ذریتنا میں صرف موجودہ نسلیں ہی مراد نہیں بلکہ وہ نسلیں بھی مراد ہیں جو قیامت تک ہیں...... اس دعا کے نتیجہ میں یقین دلاتا ہوں کہ گھر کا نقشہ بدل سکتا ہے''۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 5۔ اگست 1983ء)

آپؒ مزید فرماتے ہیں: ''یہ بھی بظاہر چھوٹی سی بات ہے۔ ابتدائی چیز ہے لیکن جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے۔ وہ سارے جھگڑے جو جماعت کے اندر نجی طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ یا ایک دوسرے کے تعلقات میں پیدا ہوتے ہیں ان میں جھوٹ کے بعد سب سے بڑا دخل اس بات کا ہے کہ بعض لوگوں کو نرم خوئی کے ساتھ کلام کرنا نہیں آتا ان کی زبان میں درشتگی پائی جاتی ہے ان کی باتوں اور طرز میں تکلیف دینے کا ایک رجحان پایا جاتا ہے۔ جس سے بسا اوقات وہ باخبر ہی نہیں ہوتے جس طرح کانٹے دکھ دیتے ہیں اور ان کو پتہ نہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اسی طرح ایسے اگر مرد ہوں تو ان کی عورتیں بیچاری ہمیشہ ظلموں کا نشانہ بنی رہتی ہیں۔ اور اگر ایسی عورتیں ہوں تو مردوں کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے''۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ نومبر 1989ء)

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز فرماتے ہیں: ''اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بننا ہے جو کہ ہر احمدی عورت کی خواہش ہے تو تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے اپنے تقویٰ کے معیاروں کو اونچا کرتے ہوئے خود بھی قدم بڑھانے ہوں گے۔ اور اپنی اولاد کی بھی ایسے رنگ میں تربیت کرنی ہوگی کہ وہ آپ کے بعد آپ کا نام روشن کرنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد کو بھی صالحین کی جماعت میں شامل فرمائے۔ خود آپ کا کفیل ہو، آپ کو اور آپ کی نسل کو حضرت مسیح موعود کی آمد کا مقصد پورا کرنے والا بنائے اور کوئی ایسا فعل آپ یا آپ کی اولاد سے سرزد نہ ہو جو جماعت کی بدنامی کا باعث ہو''۔

(الفضل انٹرنیشنل ۲ مارچ ۲۰۰۷ء)

خاکسار نے مشتے از خروارے کے طور پر بزرگوں کے چند اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔ اگر ان ارشادات اور زریں ہدایات کو حرز جان بنالیا جائے اور ان پر کما حقہ عمل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اپنے گھروں کو جنت کا نمونہ بنا سکتے ہیں۔ اور ان گھروں میں خود امن اور سکون سے رہ سکتے ہیں۔ اور اپنی اولادوں کو دین کے رنگ میں رنگین کر سکتے ہیں۔ انسان کا سب سے بڑا سرمایہ اس کی نیک اولاد ہوتی ہے۔ وہ کونسا جوہر تھا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے باپ کے حکم پر اپنی گردن اپنے باپ کی چھری کے نیچے رکھ دی۔ نیک تربیت، نیک اولاد کی ضامن ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے یکم اکتوبر 2010ء کے خطبہ جمعہ میں جو انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے اجتماعات کے افتتاح کے روز ہوا، شرائط بیعت کے تناظر میں انصار اور لجنہ کو توجہ دلائی کہ وہ نمازوں کی ادائیگی، قرآن کریم کی تلاوت اور نماز تہجد کی ادائیگی کے ساتھ خود کو اور اپنی اولادوں کو دینی ماحول میں رنگین کریں۔ پس آیئے ہم عہد کریں کہ ہم انانیت اور جھوٹی عزت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایسا معاشرہ تشکیل دیں جو سراسر باعث اطمینان ہو۔ اپنی اولادوں کو ایسے رنگ میں ڈھالیں کہ وہ احمدیت کے مستقبل کی ضامن ہوں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

سانحہ لاہور اور ایک شہید واقف زندگی (محترم محمود احمد شاد صاحب)

(ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر)

دنیا میں ہونے والے اور جاری رہنے والے خون خرابے، دنگا فساد، جنگ و جدل اور قتل وغارت گری کے ہولناک واقعات پر ہر شخص پریشان ہے، جو دنیا میں امن وامان کا خواں ہے۔ان سفاکانہ واقعات میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔انسان نے اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کی زندگیوں سے کھیلنے کے لئے ہر وہ طریقہ اختیار کیا ہے، جس سے تباہی وبربادی کی المناک داستانیں وابستہ ہوکر رہ جاتی ہیں ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی اندھی ہوس نے محبت، بھائی چارے اور رواداری جیسی عظیم صفات کو پسِ پشت پھینک دیا ہے، تاریخ عالم ان ہولناک خونیں واقعات سے بھری پڑی ہے، جن میں انسانیت سوز مظالم کیلئے خون کی ندیاں بہائی گئیں اور انسانی کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کرکے تکبر ونخوت کے جشن منائے گئے بقول ناصر کاظمی:

شہر در شہر گھر جلائے گئے
یوں بھی جشنِ طرب منائے گئے
اِک طرف جھوم کر بہار آئی
اِک طرف آشیاں جلائے گئے
وقت کے ساتھ ہم بھی اے ناصر
خار و خس کی طرح بہائے گئے

یہ وہ حقائق ہیں جو صرف ماضی کی داستانیں نہیں بلکہ عصرِ حاضر کی جاری تاریخ ہے اور نجانے کب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔تخلیقِ آدم کے وقت فرشتوں نے بھی انسان کی اس قتل وغارت گری کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے استفسار کیا تھا کہ کیا تو زمین میں انسان کو اپنا خلیفہ بنانے والا ہے جو فساد کرے گا اور خون بہائے گا اور ہم جو ہیں جو تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری حمد بیان کرتے ہیں اور تیری تقدیس کے گیت گاتے ہیں، فرمایا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔فرشتے تو عالم الغیب نہیں تھے انہیں یہ کیسے علم ہوا کہ یہ سب ہوگا۔یقینی طور پر کشفاً اُنہیں یہ نظارے دکھائے گئے۔جو اتنے ہولناک تھے کہ فرشتے بھی پکار اُٹھے کہ آخر ایسی مخلوق کی پیدائش کی ضرورت ہی کیا ہے جو فساد کرے اور ایک دوسرے کا خون بہائے۔خدا تعالیٰ نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ آدم کو فرشتوں کے سامنے پیش کرکے اُنہیں کہا کہ اسے سجدہ کرو۔مراد یہ تھی کہ جو مخلوق میں پیدا کرنے والا ہوں اس میں وہ بھی شامل ہیں جو میرے خلیفہ ہوں گے اور وہ تم سے بہتر اور افضل ہوں گے یعنی جب فرشتوں نے انسان کا ایک روپ دیکھ کر اعتراض کیا تو خدا تعالیٰ نے انہی انسانوں کا دوسرا اور حقیقی روپ فرشتوں کے سامنے پیش کرکے اُنکی کم علمی اُن پر ظاہر فرمادی۔اور درحقیقت فرشتوں کا یہ سجدہ اور اطاعت اس انسانِ کامل کے لئے تھی جو وجہ تخلیقِ کائنات تھا اور قرب کے میدان میں فرشتوں سے بہت بڑھ کر تھا۔اس طرح انسانوں میں احسن الخالقین اور اسفل السافلین دو گروہ پیدا ہوئے۔احسن الخالقین کا گروہ وہ ہے جسے فرشتوں نے سجدہ کیا اور اسفل السافلین کا گروہ وہ ہے جس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا یہی ابلیس کے پیروکاروں کا گروہ ہے جو خدا تعالیٰ کے حقیقی بندوں کے خلاف شروع سے برسرِپیکار ہے اور فساد کرنے اور خون بہانے کے مکروہ عمل میں مصروف ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ فساد کرنے والے ہمیشہ سے یہ کہتے رہے ہیں کہ اُن کا یہ عمل دنیا میں اصلاح کرنے کے لئے ہے یہ گروہ سب سے زیادہ متحرک اُس وقت نظر آتا ہے جب دنیا میں کسی آدم ثانی کا ظہور ہوتا ہے جہاں ایک طرف فرشتے یعنی اصفیاء اور اتقیاء کی جماعت اُسے سجدہ کرنے یعنی اُسکی اطاعت پر کمربستہ نظر آتی ہے تو دوسری طرف ابلیس کا گروہ بزعمِ خود اُنہیں اس کی سزا دینے کے لئے سرگرمِ عمل ہو جاتا ہے۔یہ تاریخ ہر نبی کے دور میں دہرائی گئی۔ابتداء میں الٰہی سلسلوں کے مخالفین کا رویہ نظرانداز کردینے کا ہوتا ہے جو بعد میں استہزاء میں بدل جاتا ہے پھر جیسے جیسے نبی کی قوتِ قدسیہ سعید روحوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو یہ لوگ طاقت کے زور پر الٰہی تحریک کو روکنے کی کوششوں میں لگ جاتے ہیں اور ظلم وستم کا اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کردیتے ہیں۔چونکہ ابتدا میں ہر نبی پر غریب اور دنیاوی طور پر کمزور لوگ ایمان لاتے ہیں اس لئے مخالفین کی مخالفت کا اصل سبب تکبر ہوتا ہے جو پھر نفرت میں بدل جاتا ہے بعدازاں مومنین کی جماعت کی ترقی دیکھ کر حسد اُبھر کر سامنے آتا ہے اور یہ دیکھ کر ان کے غلبہ سے اُن کی اپنی عزتوں، وجاہتوں اور طاقتوں کے ختم ہونے کا امکانات ہیں یہ حسد خوف میں تبدیل ہوجاتا ہے اور پھر یہ خوف ظلم وستم پر اُبھارتا ہے اور جب مومنوں کا غلبہ اُنہیں صاف نظر آنا شروع ہوجاتا ہے تو شکست خوردگی کا احساس جنم لیتا ہے جو شدید مایوسی میں بدل جاتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور اُن کی جماعت کے خلاف مخالفین کی ریشہ دوانیاں اور اس الٰہی تحریک کو روکنے کی ہر کوشش کے پیچھے یہی جذبات کارفرما ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اب معاندینِ احمدیت جماعت کی فتح کے قائل ہوچکے ہیں اور یہ یقین کر بیٹھے ہیں کہ اب احمدیت کے غلبہ کو روکا نہیں جاسکتا۔اور جو کاروائیاں وہ کررہے ہیں وہ ایک شکست خوردہ ردِعمل ہے اور دراصل جس مایوسی کی آگ میں وہ جل رہے ہیں کبھی کبھی اس آگ سے ہمیں بھی جلانے کی کوشش کرتے ہیں مگر انہیں علم نہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی جماعت کو اس آگ سے محفوظ رکھنے کے لئے پہلے ہی سے خوشخبری دے رکھی ہے کہ "آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔یہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے" حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

28 مئی 2010ء کے ظالمانہ، سفاکانہ اور بہیمانہ واقعہ کو اس پس منظر میں دیکھیں تو اسکی معمولی سی وقعت بھی باقی نہیں رہتی اور رحم آتا ہے ان گمراہ لوگوں پر جو مسلسل اپنی ہی بھڑکائی ہوئی آگ میں جل رہے ہیں اور حقیقتاً یہ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃ کا نظارہ ہے اور وہ بری طرح اس آگ کی لپیٹ میں آچکے ہیں اُنہیں

حکومتی سرپرستی بھی حاصل ہے اور قانون کا تحفظ بھی، بیرونی آقاؤں کی اشیر باد بھی اور مال ومتاع بھی۔ دوسری طرف دیکھیں تو جماعت احمدیہ کا ہر فرد اس آگ سے کندن بن کر باہر نکلا ہے اور ایمان اور یقین میں ایک بلند مقام پر قائم ہو چکا ہے۔ ستاسی شہادتیں اس کاروانِ احمدیت کو وہ طاقت اور قوت دے گئی ہیں جس کا مخالفین سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور خلافتِ احمدیت کے مقدس پرچم کے سائے تلے یہ کاروان اپنے ان معصوم شہیدوں کو دعاؤں کا نذرانہ اور آنسوؤں کا خراج دے کر اور حوالہ خدا کر کے مزید آگے بڑھ گیا ہے۔

''کٹیں جو چند گردنیں تو قوم کی ہو زندگی
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے''

ان چند ہینڈ گرنیڈوں سے پھٹنے والے بارود کی اور بندوق کی نالیوں سے نکلنے والی چند گولیوں کی کیا حیثیت ہے، کیا یہ سب کچھ اُس فتح مبین کو روک لے گی جو بالآخر مسیح موعودؑ کے غلاموں کے مقدر میں لکھ دی گئی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت مسیح موعودؑ ''فتح اسلام'' میں فرماتے ہیں:

''اسلام کا زندہ ہونا تم سے ایک فدیہ مانگتا ہے اور وہ کیا ہے اسی راہ میں مرنا''۔

جان کی قربانی دینا کوئی معمولی امر نہیں اور یہ صرف اُسی وقت ممکن ہے جب انسان حق الیقین کے مقام پر فائز ہو۔ اور یہی وہ مقام ہے جس طرف قرآنِ کریم اشارہ فرماتا ہے کہ ''وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْن'' کہ تُو اپنے ربّ کی عبادت کرتا چلا جا یہاں تک کہ تجھے یقین آ جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا مقصد اور آپ کی بعثت کی غرض بھی یہی تھی کہ ایمان کو ترقی دے کر یقین کے مقام تک پہنچایا جائے جو فنا فی اللہ کی منزل ہے اور حضرت اقدس کے زمانہ سے لیکر آج تک جماعت احمدیہ کے سینکڑوں افراد اپنی جانوں کی قربانی دے کر یہ ثابت کر گئے کہ وہ حق الیقین اور فنا فی اللہ کے مرتبہ پر فائز ہو چکے تھے اور یقیناً یہ حضرت مسیح موعودؑ کی قوتِ قدسیہ اور صداقت کی ایک عظیم الشان دلیل ہے۔

28 مئی کو جو خونیں ڈرامہ لاہور میں کھیلا گیا اس پر انسانیت کا سر شرم سے جھک گیا ہے۔ حکومتی پشت پناہی پر قاتلوں نے معصوم اور نہتے احمدیوں کو ہماری دو مساجد میں جس دیدہ دلیری اور درندگی کے ساتھ شہید کیا اور ایسا شرمناک داغ وطنِ عزیز کے ماتھے پر لگا دیا کہ شائد آنے والی نسلیں قیامت تک اسے دھونے میں کامیاب نہ ہو سکیں گی۔ قائداعظم کی 11 ستمبر 48ء کی تاریخی تقریر کی نفی تو قراردادِ مقاصد میں ہی کر دی گئی تھی اور بعد میں پاکستان کو ایسی انتہا پسند مذہبی ریاست بنانے کی مزموم کوششیں کی گئیں کہ ہر محبِ وطن شخص کا دل خون کے آنسو رونے لگا۔ قائداعظم کو کافرِ اعظم اور پاکستان کو ناپاکستان اور پلیدستان کہنے والے بزعم خود اس مملکتِ خداداد کے ٹھیکیدار بن گئے۔ ایک خود ساختہ ''مردِ مومن'' نے بانی پاکستان کے فرمودات کو خاک میں ملانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور پاکستان میں فرقہ پرستی اور انتہا پسندی کے وہ بیج بوئے جس کے تلخ ترین ثمرات آج قوم کو کھانے پڑ رہے ہیں۔ جو آگ ہمارے لئے بھڑکائی گئی تھی آج پوری قوم اس میں جل رہی ہے خدا تعالیٰ پاکستان کو ان ظالموں سے نجات بخشے اور اس پر اپنا رحم نازل فرمائے آمین۔

میں یہ کس کے نام لکھوں جو الم گذر رہے ہیں
میرے شہر جل رہے ہیں میرے لوگ مر رہے ہیں

کبھی رحمتیں تھیں نازل اسی خطۂ زمیں پر
وہی خطۂ زمیں ہے کہ عذاب اُتر رہے ہیں
کوئی اور تو نہیں ہے پسِ خنجر آزمائی
ہمیں قتل ہو رہے ہیں ہمیں قتل کر رہے ہیں
(عبیداللہ علیم)

وطنِ عزیز پاکستان کے لئے جماعت احمدیہ کے افراد خدمت کے ہر میدان میں ہمیشہ صفِ اول میں رہے ہیں اور جب بھی کوئی مشکل وقت آیا تو اپنے خون کے نذرانے دینے میں بھی پیچھے نہ ہٹے۔ مگر آج اس سرزمین پر ان حقیقی اور سچے محبِ وطن اور وفادار پاکستانیوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے اور ذہنی اور جسمانی اذیتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آ رہا۔

نثار میں تیری گلیوں پہ اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اُٹھا کے چلے
جو کوئی چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چُرا کے چلے جسم و جاں بچا کے چلے

ہم تو اُس دن کے منتظر ہیں جب پاکستان حقیقی پاکستانیوں کے حوالے کر دیا جائے گا اور امن وسکوں کا گہوارہ بن جائے گا۔

فیض کیا جانئے یار کس آس پر منتظر ہیں کہ لائے گا کوئی خبر
مے کشوں پر ہوا محتسب مہرباں دلفگاروں پہ قاتل کو پیار آ گیا

سانحہ لاہور میں ابدی زندگی پا جانے والے شہدا میں سے ہر شخص ایک چمکتا ہوا روشن ستارہ ہے۔ آسمان احمدیت پر جگمگا اُٹھنے والے یہ ستارے پیچھے رہ جانے والوں کے لئے اس راہِ وفا پر روشنی کی کرنیں بکھیرتے رہیں گے۔ دشمن نے جنہیں مارنے کی کوشش کی خدا تعالیٰ نے اُنہیں ہمیشہ کیلئے زندہ کر دیا۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ان جانثاروں نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد پر لبیک کہا کہ ''اسلام کا زندہ ہونا تم سے ایک فدیہ مانگتا ہے اور وہ کیا ہے؟ اسی راہ میں مرنا''۔

قتل گاہوں سے چُن کر ہمارے علم
اور نکلیں گے عُشاق کے قافلے
جن کی راہِ طلب سے ہمارے قدم
مختصر کر چلے درد کے فاصلے

ان عظیم شہدائے لاہور میں میرے عزیز دوست ماڈل ٹاؤن بیت النور کے مربی سلسلہ محترم محمود احمد شاد صاحب بھی شامل ہیں جو دوران خطبہ جمعہ دہشت گردوں کی گولیوں کا نشانہ بنے اور سلسلہ سے اپنی کامل وفا کا ثبوت دیتے ہوئے اور اپنی ذمہ داری کو نہایت احسن رنگ میں نبھاتے ہوئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کر گئے۔ اِنّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔ کل میں MTA پر اُن کی شہادت پر تیار کی گئی ڈاکومنٹری دیکھ رہا تھا بوقتِ شہادت اُن کا چہرہ خون سے بھرا ہوا تھا اور لہو کے یہ چھینٹے غازۂ رخسار بن کر اُن کے چہرے پر دمک رہے تھے، چہرے پر وہ سکون اور اطمینان دکھائی دے رہا تھا جو صرف ایک نفسِ مطمئنہ کو حاصل ہوتا ہے، اُن کا چھوٹا بیٹا عزیزم نوید احمد بھرائی ہوئی آواز میں بیان کر رہا تھا کہ جب دہشت گرد گولیوں کی

بوچھاڑ کرتے ہوئے مسجد کے بالکل قریب پہنچ گئے تو محترم شاد صاحب نے احباب سے کہا کہ وہ لیٹ جائیں مگر وہ خود کھڑے رہے اور کسی خوف کا مظاہرہ نہیں کیا۔ دعائیں کرتے رہے اور دعاؤں کی تلقین کرتے رہے کہ اسی اثناء میں خود دہشت گرد کی گولیوں کا نشانہ بنے اور نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر گئے۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے

اُن کے دوست برادرم فضیل احمد عیاض صاحب نے کہا کہ جس رنگ میں وہ فرض نبھاتے ہوئے شہید ہوئے ہیں وہ ایک انوکھا واقعہ ہے یقیناً یہ طرزِ شہادت سلسلہ کے مربیان اور مبلغین کے لئے ایک مشعل راہ ہے۔ اُن کی بہنوں نے اپنے انٹرویو میں کہا کہ اُن کی جدائی کا دکھ تو ضرور ہے مگر جس بہادری سے اُنہوں نے راہِ خدا میں جان دی ہے اُس نے اُن کے سر فخر سے بلند کر دیئے ہیں۔ میں اُنہیں کہتا ہوں کہ اُنہوں نے صرف آپ کا ہی نہیں بلکہ پوری جماعت کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے، شہادت سے صرف تین ماہ قبل وہ راولپنڈی سے ٹرانسفر ہو کر لاہور آئے تھے۔ راولپنڈی میں کئی سال خدمات سرانجام دیں۔ ماڈل ٹاؤن لاہور آنے کے کچھ عرصہ بعد سے اُنہیں دھمکیاں ملنا شروع ہو گئی تھیں، گمنام ٹیلیفون کالوں کے ذریعے اُنہیں ہراساں کرنے کی کوششیں کی جاتی رہیں اُن کے بعض جاننے والوں نے اُنہیں مشورہ دیا کہ وہ کسی اور جگہ اپنی تبدیلی کروالیں مگر اُنہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ کسی کے ساتھ اُن کی ذاتی دشمنی نہیں اور دھمکیاں جو مخالفین احمدیت کی طرف سے اُنہیں دی جا رہی ہیں اگر اُن کی جگہ کوئی اور مربی سلسلہ تعینات ہو گا تو اُسے بھی اسی طرح خوف زدہ کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ اُن کی اہلیہ محترمہ نے بیان کیا کہ شہید مرحوم کہتے تھے کہ اگر خدا تعالیٰ یہاں مجھ سے قربانی لینا چاہتا ہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں ''راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تیری رضا ہو'' اور پھر واقعتاً اس فدائی خادمِ دین اور جانثارِ خلافت نے دہشتگردوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑی استقامت سے یہ کہتے ہوئے اپنی جان وار دی کہ

''اس راہ میں جان کی کیا پرواہ جاتی ہے اگر تو جانے دو''

شاد صاحب مرحوم سے میرا تعلق بچپن سے تھا جب کچھ عرصہ ہم حافظ کلاس میں اکٹھے رہے اور پھر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے اکٹھے میٹرک پاس کیا۔ ہم ایک کلاس اور ایک ہی سیکشن میں تھے۔ میں نے اُنہیں بہت قریب سے دیکھا ہے وہ بہت ذہین اور زبردست حسنِ مزاح رکھنے والے تھے۔ بہت حاضر جواب تھے محفل کو گل و گلزار بنا دینے کا فن اُنہیں خوب آتا تھا۔ اپنی قابلیت کی بدولت بہت جلد وہ سٹیج کی رونق بن گئے۔ سکول کی اسمبلی میں ترانہ پڑھا کرتے تھے۔ کلاس میں بھی بڑے ہر دلعزیز تھے ہمارے اُستاد محترم ابراہیم سارچوری صاحب اکثر اُن سے نظمیں پڑھوایا کرتے تھے۔ اطفال الاحمدیہ کے اجلاسوں میں ان کی شرکت اور ہر مقابلے کے بعد ڈھیروں انعامات وصول کرنا اچھی طرح یاد ہے۔ خاص طور پر تلاوت میں وہ ہمیشہ اوّل انعام حاصل کرتے۔ اپنے اُستاد محترم قاری محمد عاشق صاحب کی طرز میں تلاوت کرتے تھے اس وجہ سے اُنہیں یہ اعزاز حاصل رہا کہ متعدد مرتبہ خلفائے احمدیت کی موجودگی میں پورے اطفال الاحمدیہ ربوہ کی نمائندگی میں سٹیج پر تلاوت کرتے رہے۔ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بیرون ممالک کے دورہ سے واپس تشریف لائے تو اطفال الاحمدیہ ربوہ کی نمائندگی میں حضورِ انور کو پھولوں کا گلدستہ پیش کرنے کا اعزاز حاصل ہوا نظمیں بہت اچھی پڑھتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی مشہور نظم ''دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برمانے دو'' ان کی پسندیدہ نظموں میں سے تھی۔ شاعر احمدیت محترم ثاقب زیروی صاحب کی شہرہ آفاق نظم ''فرصت ہے کسے جو سوچ سکے پس منظر ان افسانوں کا'' بالکل ثاقب صاحب کے انداز اور لَے میں پڑھا کرتے تھے کہ سماں بندھ جاتا تھا۔ جماعت کے بزرگوں سے بے انتہا محبت رکھتے تھے اور اُن سے ملنا باعث برکت خیال کرتے۔ مجھے یاد ہے کہ مغرب کی نماز اکثر مسجد مبارک ربوہ میں ادا کرتے اور بعد میں دوڑ دوڑ کر بزرگان سے مصافحہ کرتے۔ یہ سب کچھ اُنہوں نے اپنے والد محترم سے ورثہ میں پایا تھا۔ اُن کے والد چوہدری غلام احمد صاحب ایک سچے اور جانثار خادمِ احمدیت تھے، انتقالِ اراضی کے محکمہ سے اُن کا تعلق تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنی زمینوں کے معاملات پر اُن سے رائے لیا کرتے تھے اس طرح محترم شاد صاحب کا بچپن ہی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے قریبی تعلق تھا۔ اُن کے والد اکثر انہیں ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ بچپن میں شاد صاحب کا قد بہت چھوٹا تھا حضور انور نے اُنہیں از راہ شفقت کوہاٹ بھجوایا تا کہ آب و ہوا اور پانی کی تبدیلی سے ان کا قد بڑھ جائے۔ اگرچہ ان کے جسمانی قد میں تو زیادہ اضافہ نہ ہوا مگر عشق وفدائیت کے جذبے نے ان کے روحانی قد کو بلند کرتے کرتے شہادت جیسے بلند مقام پر فائز کر دیا۔ شاد صاحب اپنی چھ بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے ان کے والد محترم نے اپنے اکلوتے فرزند کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا اور اس سعادتمند بیٹے نے اپنے باپ کی خواہش کی ہمیشہ لاج رکھی۔ انہیں اپنے والد محترم سے بڑی محبت تھی۔ اکثر مجھ سے اس بات کا تذکرہ کرتے تھے کہ ان پر ہونے والے افضال و انعامات کے پیچھے ان کے والد کی دلگداز دعائیں ہیں جو ہر مشکل گھڑی میں بھی ایک ڈھال کی طرح اُن کے آگے کھڑی ہوتی ہیں۔ خلافت سے ایک عشق کا تعلق تھا۔ غالباً 2001ء میں تنزانیہ میں مبلغین میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر اُنہیں جلسہ سالانہ لندن کے لئے منتخب کیا گیا تو اپنی اہلیہ اور بچوں کو بھی ساتھ لے گئے۔ اس کیلئے اُنہوں نے قرض بھی لینا گوارہ کر لیا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کیوں اپنے اوپر اتنا بوجھ ڈالتے ہیں بعد میں اس کی ادائیگی آپ کیلئے مشکل ہو جائے گی۔ کہنے لگے معلوم نہیں پھر کبھی جلسہ پر جانا نصیب ہو میں چاہتا ہوں میری اولاد خلیفہ وقت سے مل لے تا کہ ان کے اندر بھی خلافت سے عشق و محبت پروان چڑھے۔ یقیناً اُنہوں نے اپنے بیٹوں عزیزم سعود احمد اور عزیزم نوید احمد کی بہت اچھی تربیت کی اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنے شہید باپ کی نیکیوں کا وارث بنائے آمین۔

شاد صاحب مرحوم بہت سادہ طبیعت کے مالک تھے، نمود و نمائش نام کو نہ تھی لباس بھی سادہ مگر اچھا اور صاف ستھرا ہوتا تھا۔ تبلیغ کا جنون تھا۔ ارنگا کے علاقہ میں اُنہوں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا، اس علاقے میں عربوں کا بڑا اثر ہے اس وجہ سے اُنہیں مخالفت کا بھی بہت سامنا کرنا پڑا مگر کسی خوف کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اُنہوں نے اپنی تبلیغی مہمات کی وڈیو بھی بنائی تھیں جو میں نے بھی دیکھی ہیں اور یہ ایک بڑا قابلِ قدر اور ایمان افروز اثاثہ ہے۔ اور نئے مبلغین کے لئے بڑی راہنمائی کا موجب بن سکتی ہیں۔ MTA کی ڈاکومنٹری میں کئی تصاویر دکھائی گئیں جن میں وہ اہم سرکاری عہدیداروں کو قرآنِ کریم اور جماعتی کتب دیتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ کئی

تصاویر کا تعلق مورو گورو سے تھا جن کا میں خود گواہ ہوں۔ مورو گورو میں جب اُن کی تبدیلی ہوئی تو اُنہوں نے آتے ہی 23 مارچ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی عظیم تصنیف "الہام، عقل اور سچائی" پر ایک بڑے سیمنار کا انعقاد کروایا جس میں اُس وقت کے ریجنل کمشنر نے بھی شرکت کی۔

افرادِ جماعت سے بڑا قریبی اور محبت کا تعلق تھا۔ ہر کسی سے مسکرا کر ملنا ان کی خاص بات تھی دراصل وہ ایک صاف دل انسان تھے۔ تنزانیہ میں محترم شاد صاحب نے گیارہ سال سے زائد عرصہ تک خدمات سرانجام دیں، اس دوران جہاں اُنہوں نے بڑی کامیابیاں بھی حاصل کیں تو دوسری طرف بڑے نشیب و فراز سے بھی گزرے۔ دعا پر بڑا یقین تھا اور ہر ابتلاء میں اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے سرخرو رہے۔ اب جب میں غور کرتا ہوں تو سمجھ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنہیں آزمائشوں میں سے گزار کر آپ کے اخلاص اور ایمان اور یقین کا امتحان لیا گیا اور پھر مرتبہ شہادت پر فائز کر کے اُنہیں اپنے قرب خاص سے نواز دیا۔

ارنگا کے حوالے سے ایک بات یاد آ گئی ہے۔ شاد صاحب مرحوم نے مخالف علماء کے ساتھ ایک بڑے مناظرے کا اہتمام کیا، تین روز تک مناظرہ ہوتا رہا۔ آخری روز علماء نے بدتہذیب لڑکوں کے ذریعہ مخالفانہ نعرہ بازی کروائی اور مناظرے میں جماعت کی فتح کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش کی۔ شاد صاحب مرحوم نے آخر پر بڑا جلالی خطاب کیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے متعدد حوالہ جات پیش کرنے کے بعد پرشوکت آواز میں کہا کہ "اے ارنگا کی سرزمین تو گواہ رہ کہ میں نے مسیح موعودؑ کا پیغام تجھ تک پہنچا کر اپنا فرض پورا کر دیا ہے"۔ یقیناً ارنگا کے علاقے کا چپہ چپہ گواہی دے رہا ہے کہ اس مسیح محمدی کے غلام نے اس علاقہ پر اسلام اور احمدیت کا پرچم لہرانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اور وہ دن یقیناً آئے گا جب اس علاقے پر مسیح موعود کی بادشاہت قائم ہوگی اور غلامانِ مسیح موعودؑ کی قربانیوں کو پھل عطا کئے جائیں گے، انشاء اللہ

MTA کی اس ڈاکومنٹری میں اُن کی اہلیہ محترمہ نے بیان کیا کہ اُنہوں نے اپنے خاوند کی دعاؤں کے ذریعہ مدد کی۔ یہاں میں ایک واقعہ لکھتا ہوں۔ ایک موقع پر شاد صاحب مرحوم پر بڑا ابتلاء آ گیا اور جس بات پر اُن کے خلاف تحقیقات ہوئیں۔ میں قطعی طور پر جانتا ہوں کہ وہ بالکل غلط طور پر اُن سے منسوب کی گئی تھی لیکن الزام بہت بڑا تھا۔ وہ بے حد پریشان تھے۔ مورو گورو میں ہم ہمسایہ میں تھے۔ ایک روز رات کو میری آنکھ کھلی اور مجھے کسی کے رونے کی آواز آئی۔ غالباً صبح کے چار بجے کا وقت تھا۔ میں اُٹھا اور سننے کی کوشش کی۔ حلفاً لکھتا ہوں کہ شاد صاحب مرحوم کی اہلیہ اس قدر گریہ وزاری سے دعا کر رہی تھیں جیسے بکرے کو ذبح کیا جا رہا ہو۔ وہ تڑپ تڑپ کر اپنے خاوند کے لئے دعا کر رہی تھیں کہ میرا دل دہل گیا۔ میں قریباً پندرہ منٹ تک سنتا رہا۔ مزید ہمت نہ تھی واپس اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا اور سوچتا رہا کہ اس بیوی نے اپنے خاوند سے وفاداری کا حق ادا کر دیا ہے۔ MTA سے اُن کی زبانی سُنا تو یہ دلخراش واقعہ یاد آ گیا۔ خدا تعالیٰ شہید مرحوم کی اہلیہ پر اپنے فضل و کرم کا سائبان رکھے اور اُن کی اور اُن کے بچوں کی حفاظت فرمائے آمین۔

شاد صاحب بڑے زندہ دل انسان تھے۔ محفل میں چھا جاتے تھے نہ صرف یہ کہ مزاح پیدا کرتے تھے بلکہ اپنے اُوپر ہونے والا بڑے سے بڑا مذاق خندہ پیشانی سے برداشت کرتے۔ میں نے کبھی اُنہیں لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا۔ بڑے بڑے ابتلاؤں کے دنوں میں بھی وہ مسکراتے ہوئے ملتے اور کسی کو گمان نہ ہوتا کہ وہ کس اذیت میں سے گزر رہے ہیں۔ ڈاکٹر رشید احمد صاحب (حال لندن) جب وقف کر کے تنزانیہ تشریف لائے اور مورو گورو میں مقیم ہوئے تو اُن سے بھی ان کی بڑی دوستی ہوگئی اور جب وہ ارنگا سے مورو گورو تشریف لاتے تو ہم تینوں کی بڑی لمبی محفلیں ہوا کرتی تھیں۔

شاد صاحب بے حد عجز و انکسار کے مالک تھے۔ بڑے عالم تھے فقہی مسائل اور جماعتی لٹریچر پر اُنہیں عبور حاصل تھا۔ تاریخ احمدیت پر دسترس تھی۔ تقریر میں بڑی روانی اور تسلسل ہوتا تھا مگر لکھنے کی طرف اُنہیں توجہ نہیں تھی۔ تنزانیہ میں گیارہ سال رہنے کی وجہ سے سواحیلی زبان پر بھی بڑا عبور تھا۔ خاندان حضرت اقدس سے بڑی عقیدت تھی۔ تنزانیہ میں ہم قریباً چھ سال اکٹھے رہے۔ غالباً 2005ء کے آخر پر اُن کی تبدیلی واپس پاکستان ہوگئی اور پہلے راولپنڈی میں اور پھر لاہور ماڈل ٹاؤن میں خدماتِ سلسلہ بجالاتے رہے اور یہیں بیت النور میں شہادت کا درجہ پا کر تاریخ احمدیت میں ہمیشہ کے لئے امر ہوگئے۔ خدا تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اُنہیں رسولِ مقبول ﷺ، حضرت مسیح موعودؑ اور اپنے والدین کے قدموں میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

سانحہ لاہور ایسا المناک اور شرمناک واقعہ ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ دشمن نے درندہ صفت کرائے کے قاتلوں کے ذریعہ مسیح موعودؑ کے غلاموں کے صبر کا امتحان لینے کی کوشش کی مگر آفرین ہے جماعت کے ایک ایک فرد پر کہ خلیفۃ المسیح کے حکم پر کوئی احمدی اس اندوہناک واقعہ پر کوئی ایسا ردِعمل ظاہر نہیں کرے گا جو ہماری روایات کے خلاف ہو پوری دنیا میں صبر و ثبات اور استقامت کا وہ حیرت انگیز نمونہ دکھایا کہ دشمن حیرت زدہ ہو کر رہ گیا۔ تم نے اپنے صبر سے اور اطاعتِ امام سے دشمن کی بھیانک اور گھناؤنی سازش کو ناکام بنا دیا۔ اور اے مسیح محمدی کے جانثارو! صلیبِ عشق پہ قربان ہو جانے والو! تمہیں سلام ہو اور مبارک ہو کہ تم نے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ اسلام اور احمدیت کی سربلندی کے لئے بہا دیا۔ قاتلوں نے تمہارے جسموں کو گولیوں سے چھلنی چھلنی کر دیا مگر تم نے اُف نہ کی۔ بارود پھٹنے سے تمہارے جسموں کے پرخچے اُڑ گئے مگر تم نے اپنے ایمان کا سودا نہ کیا۔ تمہارا لہو سجدہ گاہوں میں بہتا رہا مگر تم اپنے عہدِ وفا پر ڈٹے رہے اور اپنے خون کے چھینٹوں سے منبر و محراب اور در و دیوار پر اپنے عشق کی داستانیں رقم کر گئے۔ سلام ہو تم پر کہ تم لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتے ہوئے اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے اپنی جانوں پر کھیل گئے اور ابدی حیات کے وارث ٹھہرے۔

"دستِ عزرائیل میں مخفی ہے سب رازِ حیات
موت کے پیالوں میں بٹتی ہے شرابِ زندگی"

خدا تمہاری اس عظیم قربانی کو قبول فرمائے اور تمہاری نسلوں پر ابدالآباد تک اپنی برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے آمین۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدد ازدواج کا اعتراض

(احمد طاہر مرزا)

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر تعدد ازدواج کا اعتراض قدیم وجدید طور ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اور اس کے جواب محققین و مصنفین مدافعین اسلام نے حسب دستور وشواہد دیئے ہیں۔

1۔ یہ بات حقائق سے ثابت ہے کہ اگر تعدد ازدواج جائے اعتراض ہے تو پھر آنحضور ﷺ سے قبل بیسیوں انبیاء اس کی زد میں آ جاتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ۔ حضرت رامؑ۔ حضرت کرشنؑ۔ حضرت سلیمانؑ۔ حضرت داؤدؑ۔ وغیرھم اس لئے اصولاً تعدد ازدواج جائے اعتراض نہیں بنتا۔

2۔ حضور ﷺ سے قبل کسی نبی کو بطور اسوۂ عالم پیش نہیں کیا جاتا ہے اسلئے جس نے کائنات کیلئے اسوہ بننا تھا وہ ہر طبقہ کے لئے اسوہ ہو تو تب ہی وہ اسوۂ کامل عالم بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے جوانی اور آخری عمر میں بھی شادی کی اور عدل قائم رکھ کر اسوۂ قائم کیا۔ آپ نے محکوم وحاکم ہو کر بھی شادی کی اور مثال قائم فرمائی۔

تعدد ازدواج کی بہت سی حکمتوں میں سے چند ایک یہ تھیں۔

1۔ عورت کی عزت وتکریم وحرمت وحریت قائم کرنا۔
2۔ آزادیٔ ضمیر قائم کرنا۔
3۔ عورت کی انسانیت تسلیم کروانا۔
4۔ عربوں میں جہاں بیسیوں شادیوں کا رواج تھا۔ ان کیلئے ایک معاشرتی لائحہ عمل قائم کرنا اور حقوق انسانی کی داغ بیل ڈالنا۔
5۔ بعض قبیح رسومات کا خاتمہ کرنا۔ جیسے متبنّی کی منکوحہ سے شادی کرنا۔
6۔ حرمت بیوگان قائم کرنا اور بیوگان کی شادی کو شریعت میں مستحسن طور پر قائم کرنا۔
7۔ لونڈیوں کی قبیح رسم کو ختم کرنا۔
8۔ حقوق العباد میں عورتوں ومردوں کیلئے مساوات قائم کرنا۔
9۔ تقویٰ، ایمان اور دیانت داری کو شادی کی بنیاد قرار دینا۔
10۔ کنواری، مطلقہ، بیوہ اور نوجوان اور عمر رسیدہ عورتوں سے شادیاں کر کے ہر طبقہ کیلئے اسوۂ قائم کرنا۔

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ساری شادیاں خاص غرض وغایت اور حکمت الٰہی کے ماتحت انجام پائیں اور ہر ایک شادی سے اعلیٰ ثمرات ظہور پذیر ہوئے اور دوسری بات یہ ہے کہ اسلام نے جو چار تک شادیوں کی مشروط اجازت دی ہے وہ ہر انسان پر ہر دفعہ اطلاق نہیں ہوسکتی۔ بلکہ مشروط ہے۔ جس میں سب سے زیادہ انسانی نفسیات وضروریات کا خیال رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم میں کہیں مطلق چار شادیوں کا حکم نہیں ہے بلکہ خاص حالات و واقعات کے تحت عدل و انصاف کی کڑی اور سخت شرط کے ساتھ بامر مجبوری شرعی اجازت دی گئی ہے۔

تعدد ازدواج چونکہ ایک طبعی وفطرتی امر ہے اس لئے جائے اعتراض نہیں اس کائنات میں چھ ارب سے زائد جو انسان آباد ہیں ان میں سے ایک ارب سے زائد یقیناً ایسے مرد ہیں جنہیں (بیماری، نفسیاتی مسائل، اعلیٰ قویٰ، عدم مزاج شناسی، یا طبعی طور پر) مشروط دوسری شادی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اسلام ان کے لئے یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر عدل ہو تو دوسری یا تیسری شادی کی اجازت ہے اور یہ عین فطرت ہے۔

آنحضرت ﷺ پر تعدد ازدواج کے اعتراض کے جواب میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات پیش ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''......یتیم لڑکیاں جن کی تم پرورش کرو اُن سے نکاح کرنا مضائقہ نہیں لیکن اگر تم دیکھو کہ چونکہ وہ لاوارث ہیں شائد تمہارا نفس ان پر زیادتی کرے تو ماں باپ اور اقارب والی عورتیں کرو جو تمہاری مؤدب رہیں اور ان کا تمہیں خوف رہے۔ ایک دو تین چار تک کر سکتے ہو بشرطیکہ اعتدال کرو اور اگر اعتدال نہ ہو تو پھر ایک ہی پر کفایت کرو۔ گو ضرورت پیش آوے۔ چار کی حد لگا دی گئی ہے وہ اس مصلحت سے ہے کہ تا تم پرانی عادت کے تقاضے سے افراط نہ کرو۔ یعنی صدہا تک نوبت نہ پہنچاؤ۔ یا یہ کہ حرامکاری کی طرف جھک نہ جاؤ.....''

(روحانی خزائن جلد نمبر:10 صفحہ:337 ،اسلامی اصول کی فلاسفی)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

''اسلام سے پہلے اکثر قوموں میں کثرت ازدواج کی سینکڑوں اور ہزاروں تک نوبت پہنچ گئی تھی اور اسلام نے تعداد ازدواج کو کم کیا ہے۔ نہ زیادہ۔ بلکہ یہ قرآن میں ہی ایک فضلیت خاص ہے کہ اس نے ازدواج کی بے حدی اور بے قیدی کو رد کر دیا ہے اور کیا وہ اسرائیلی قوم کے مقدس نبی جنہوں نے سو سو بیوی کی بلکہ بعض نے سات سو تک نوبت پہنچائی وہ اخیر عمر تک حرامکاری میں مبتلا رہے اور کیا ان کی اولاد جن میں سے بعض راست باز بلکہ نبی بھی تھے ناجائز طریق کی اولاد سمجھی جاتی ہے۔''

(روحانی خزائن جلد:6 صفحہ:47 حجۃ الاسلام)

حضرت مسیح موعودؑ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''عرب میں صدہا بیویوں تک نکاح کر لیتے تھے اور پھر ان کے درمیان اعتدال بھی ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ ایک مصیبت میں عورتیں پڑی ہوئی تھیں جیسا کہ اس کا ذکر جان ڈیون پورٹ اور دوسرے بہت سے انگریزوں نے بھی لکھا ہے قرآن کریم نے ان صدہا نکاحوں کے عدد کو گھٹا کر چار تک پہنچا دیا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا: فان خفتم الاّ تعدلوا فواحدۃ یعنی اگر تم ان میں اعتدال نہ رکھو تو پھر ایک ہی رکھو۔ پس اگر کوئی قرآن کے زمانہ پر ایک نظر ڈال کر دیکھے کہ دنیا میں تعدد ازدواج کس افراط تک پہنچ گیا تھا اور کیسی بے اعتدالیوں سے عورتوں کے ساتھ برتاؤ ہوتا تھا تو اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ قرآن نے دنیا پر یہ احسان کیا کہ ان تمام بے اعتدالیوں کو موقوف کر دیا۔ لیکن چونکہ قانون قدرت ایسا ہی پڑا ہے کہ بعض اوقات انسان کو اولاد کی خواہش اور بیوی کے عقیمہ ہونے کے سبب سے یا بیوی کے

دائمی بیمار ہونے کی وجہ سے یا بیوی کی ایسی بیماری کے عارضہ سے جس میں مباشرت ہرگز ناممکن ہے جیسی بعض صورتیں خروج رحم کی جن میں چھونے کے ساتھ ہی عورت کی جان نکلتی ہے اور کبھی دس دس سال ایسی بیماریاں رہتی ہیں اور یا بیوی کا زمانہ پیری جلد آنے سے یا اس کے جلد حمل دار ہونے کا باعث سے فطرتاً دوسری بیوی کی ضرورت پڑتی ہے اسی لئے اس قدر تعدد کے لئے جواز کا حکم دے دیا اور ساتھ اس کے اعتدال کی شرط لگا دی۔ سو یہ انسان کی حالت پر رحم ہے تا وہ اپنی فطری ضرورتوں کے پیش آنے کے وقت الٰہی حکمت کے تدارک سے محروم نہ رہے۔ جن کو اس بات کا علم نہیں کہ عرب کے باشندے قرآن شریف سے پہلے کثرت ازدواج میں کس بے اعتدالی تک پہنچے ہوئے تھے ایسے بیوقوف ضرور کثرت ازدواجی کا الزام اسلام پر لگائیں گے مگر تاریخ کے جاننے والے اس بات کا اقرار کریں گے کہ قرآن نے ان رسموں کو گھٹایا ہے نہ کہ بڑھایا۔ پس جس نے تعدد ازدواج کی رسم کو گھٹایا اور نہایت ہی کم کر دیا اور صرف اس اندازہ پر جواز کے طور پر رہنے دیا جس کو انسان کی تمدن کی ضرورتیں کبھی نہ کبھی چاہتی ہیں کیا اس کو کہہ سکتے ہیں کہ اس نے شہوت رانی کی تعلیم سکھائی ہے؟'' (روحانی خزائن جلد:10 صفحہ:44-45 آریہ دھرم)

پھر فرمایا: ''یہ کیسی بے انصافی ہے کہ جن لوگوں کے مقدس اور پاک نبیوں نے سینکڑوں بیویاں ایک ہی وقت میں رکھی ہیں وہ دو یا تین بیویوں کا جمع کرنا ایک کبیرہ گناہ سمجھتے ہیں بلکہ اس فعل کو زنا اور حرامکاری خیال کرتے ہیں۔ کسی خاندان کا سلسلہ صرف ایک ایک بیوی سے ہمیشہ کیلئے جاری نہیں رہ سکتا۔ بلکہ کسی نہ کسی فرد سلسلہ میں یہ دقت آ پڑتی ہے کہ ایک جورو عقیمہ اور ناقابل اولاد نکلتی ہے۔ اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ دراصل بنی آدم کی نسل ازدواج مکرر سے ہی قائم و دائم چلی آتی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بیوی کرنا منع ہوتا تو اب تک نوع انسان قریب قریب خاتمہ کے پہنچ جاتی۔ تحقیق سے ظاہر ہوگا کہ اس مبارک اور مفید طریق نے انسان کی کہاں تک حفاظت کی ہے اور کیسے اس نے اجڑے ہوئے گھروں کو بیک دفعہ آباد کر دیا ہے اور انسان کے تقویٰ کے لئے یہ فعل کیسا زبردست ممد و معین ہے۔ خاوندوں کی حاجت براری کے بارے میں جو عورتوں کی فطرت میں ایک نقصان پایا جاتا ہے جیسے ایام حمل اور حیض نفاس میں یہ طریق بابرکت اس نقصان کا تدارک تام کرتا ہے اور جس حق کا مطالبہ مرد اپنی فطرت کے رو سے کر سکتا ہے وہ اسے بخشتا ہے۔ ایسا ہی مرد اور کئی وجوہات اور موجبات سے ایک سے زیادہ بیوی کرنے کیلئے مجبور ہوتا ہے مثلاً اگر مرد کی ایک بیوی تغیر عمر یا کسی بیماری کی وجہ سے بدشکل ہو جائے تو مرد کی قوت فاعلی جس پر سارا مدار عورت کی کاروائی کا ہے بیکار اور معطل ہو جاتی ہے لیکن اگر مرد بدشکل ہو تو عورت کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ کاروائی کی کل مرد کو دی گئی ہے اور عورت کی تسکین کرنا مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں اگر مرد اپنی قوت مردمی میں قصور یا عجز رکھتا ہے تو قرآنی حکم کے رو سے عورت اس سے طلاق لے سکتی ہے اور اگر پوری پوری تسلی کرنے پر قادر ہو تو عورت یہ عذر نہیں کر سکتی کہ دوسری بیوی کیوں کی ہے کیونکہ مرد کی ہر روزہ حاجتوں کی عورت ذمہ دار اور کاربرار نہیں ہو سکتی اور اس سے مرد کا استحقاق دوسری بیوی کرنے کیلئے قائم رہتا ہے۔ جو لوگ قوی الطاقت اور متقی اور پارسا طبع ہیں ان کیلئے یہ طریق نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ بعض اسلام کے مخالف نفس امارہ کی پیروی سے سب کچھ کرتے ہیں مگر اس پاک طریق سے سخت نفرت رکھتے ہیں کیونکہ بوجہ اندرونی بے قیدی کے جوان میں پھیل رہی ہے ان کو اس پاک طریق کی کچھ پروا اور حاجت نہیں اس مقام میں عیسائیوں پر سب سے بڑھ کر افسوس ہے کیونکہ وہ اپنے مسلم النبوت انبیاء کے حالات سے آنکھ بند کر کے مسلمانوں پر ناحق دانت پیسے جاتے ہیں۔ شرم کی بات ہے کہ جن لوگوں کا اقرار ہے کہ حضرت مسیح کے جسم اور وجود کا خمیر اور اصل جڑ اپنی ماں کی جہت سے وہی کثرت ازدواج ہے جس کی حضرت داؤد (مسیح کے باپ) نے نہ دو نہ تین بلکہ سو بیوی تک نوبت پہنچائی تھی وہ بھی ایک سے زیادہ بیوی کرنا زنا کرنے کی مانند سمجھتے ہیں اور اس پر خبث کلمہ کا نتیجہ جو حضرت مریم صدیقہ کی طرف عائد ہوتا ہے اس سے ذرا پرہیز نہیں کرتے اور باوجود اس تمام بے ادبی کے دعویٰ محبت مسیح رکھتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ بائبل کی رو سے تعدد نکاح نہ صرف قولاً ثابت ہے بلکہ بنی اسرائیل کے اکثر نبیوں نے جن میں حضرت مسیح کے دادا صاحب بھی شامل ہیں عملاً اس فعل کے جواز بلکہ استحباب پر مہر لگا دی ہے۔ اے ناخدا ترس عیسائیو! اگر ملہم ہونے سے خارج کر دو گے کیا بقول تمہارے یہ دائمی فعل ان انبیاء کا جن کے دلوں پر گویا ہردم الہام الٰہی کی تارلگی ہوئی تھی اور ہر آن خوشنودی یا ناخوشنودی کی تفصیل کے بارے میں احکام وارد ہو رہے تھے ایک دائمی گناہ نہیں ہے جس سے وہ اخیر عمر تک باز نہ آئے اور خدا اور اس کے حکموں کی کچھ پرواہ نہ کی۔ وہ غیرت مند اور نہایت درجہ کا غیور خدا جس نے نافرمانی کی وجہ سے ثمود اور عاد کو ہلاک کیا لوط کی قوم پر پتھر برسائے فرعون کو معہ تمام شریر جماعت کے ہولناک طوفان میں غرق کر دیا کیا اس کی شان اور غیرت کے لائق ہے کہ اس نے ابراہیم اور یعقوب اور موسیٰ اور داؤد اور سلیمان اور دوسرے کئی انبیاء کو بہت سی بیویوں کے کرنے کی وجہ سے تمام عمر نافرمان پا کر اور پکے سرکش دیکھ کر پھر ان پر عذاب نازل نہ کیا بلکہ انہیں سے زیادہ تر دوستی اور محبت کی کیا آپ کے خدا کو الہام اتارنے کے لئے کوئی اور آدمی نہیں ملتا تھا یا بہت سی جوروان کرنے والے ہی اس کو پسند آ گئے؟ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ نبیوں اور تمام برگزیدوں نے بہت سی جوروان کر کے اور پھر روحانی طاقتوں اور قبولیتوں میں سب سے سبقت لے جا کر تمام دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ دوست الٰہی بننے کیلئے یہ راہ نہیں کہ انسان دنیا میں مخنثوں اور نامردوں کی طرح رہے بلکہ ایمان میں قوی الطاقت وہ ہے جو بیویوں اور بچوں کا سب سے بڑھ کر بوجھ اٹھا کر پھر باوجود ان سب تعلقات کے بے تعلق ہو۔'' (روحانی خزائن جلد:5 صفحہ:281-284 آئینہ کمالات اسلام)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''کثرت ازدواج کے متعلق صاف الفاظ قرآن کریم میں دو دو تین تین چار چار کر کے ہی آئے ہیں۔ مگر اسی آیت میں اعتدال کی بھی ہدایت ہے۔ اگر اعتدال نہ ہو سکے اور محبت ایک طرف زیادہ ہو جاوے۔ یا آمدنی کم ہو۔ اور یا قوائے رجولیت ہی کمزور ہوں تو پھر ایک سے تجاوز کرنا نہیں چاہئے۔ ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے کہ انسان اپنے تئیں ابتلاء میں نہ ڈالے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یحب المعتدین۔

حلال پر بھی ایسا زور نہ مارو کہ نفس پرست ہی بن جاؤ۔ غرض اگر حلال کو حلال سمجھ کر بیویوں ہی کا بندہ ہو جاوے تو بھی غلطی کرتا ہے۔ ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ کی منشاء کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس کا یہ منشاء نہیں بلکہ بالکل زن مرید ہو کر نفس پرست ہی

ہوجاؤ اور وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ رہبانیت اختیار کرو۔ بلکہ اعتدال سے کام لو اور اپنے تئیں بے جا کاروائیوں میں نہ ڈالو۔

انبیاء علیہم السلام کیلئے کوئی نہ کوئی تخصیص اگر اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے تو یہ کوتاہ اندیش لوگوں کی ابلہ فریبی اور غلطی ہے کہ وہ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ دیکھو توریت میں کاہنوں کے فرقہ کے ساتھ خاص مراعات ملحوظ رکھی گئی ہیں اور ہندوؤں کے برہمنوں کیلئے خاص خاص رعایتیں ہیں۔ پس یہ نادانی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی کسی تخصیص پر اعتراض کیا جاوے۔ ان کا نبی ہونا ہی سب سے بڑی خصوصیت ہے جو اور لوگوں میں موجود نہیں"۔ (الحکم جلد 2 صفحہ 2 مورخہ 6 مارچ 1898ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"..... کثرت ازدواج پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے بہت عورتوں کی اجازت دی ہے، ہم کہتے ہیں کہ کیا کوئی ایسا دلیر اور مرد میدان معترض ہے جو کہ ہم کو یہ دکھلا سکے کہ قرآن کہتا ہے ضرور ضرور ایک سے زیادہ عورتیں کرو۔ ہاں یہ ایک سچی بات ہے اور بالکل طبعی امر ہے کہ اکثر اوقات انسان کو ضرورت پیش آجاتی ہے کہ وہ ایک سے زیادہ عورتیں کرے۔ مثلاً عورت اندھی ہوگئی یا کسی اور خطرناک مرض میں مبتلا ہو کر اس قابل ہوگئی کہ خانہ داری کے امور سرانجام نہیں دے سکتی۔ اور مرد از راہ ہمدردی یہ بھی نہیں چاہتا کہ اسے علیحدہ کرے۔ یا رحم کی خطرناک بیماریوں کا شکار ہو کر مرد کی طبعی ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکتی تو ایسی صورت میں اگر نکاح ثانی کی اجازت نہ ہو تو بتلاؤ کیا اس سے بدکاری اور بداخلاقی کو ترقی نہ ہوگی؟ پھر اگر کوئی مذہب وشریعت کثرت ازدواج کو روکتی ہے تو یقیناً وہ بدکاری اور بداخلاقی کی موید ہے لیکن اسلام جو دنیا سے بداخلاقی اور بدکاری کو دور کرنا چاہتا ہے اجازت دیتا ہے کہ ایسی ضرورتوں کے لحاظ سے ایک سے زیادہ بیویاں کرے۔ ایسا ہی اولاد کے نہ ہونے پر جبکہ لاولد کے پس مرگ خاندان میں بہت سے ہنگامے اور کشت وخون ہونے تک نوبت پہنچ جاتی ہے ایک ضروری امر ہے کہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں کر کے اولاد پیدا کرے۔ بلکہ ایسی صورت میں نیک اور شریف بیبیاں خود اجازت دے دیتی ہیں پس جس قدر غور کرو گے یہ مسئلہ صاف اور روشن نظر آئے گا۔ عیسائی کو تو حق ہی نہیں پہنچتا کہ اس مسئلہ پر نکتہ چینی کرے۔ کیونکہ ان کے مسلمہ نبی اور ملہم بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بزرگوں نے سات سات سو اور تین تین سو بیبیاں کیں۔ اور اگر وہ کہیں کہ وہ فاسق فاجر تھے تو پھر ان کو اس بات کا جواب دینا مشکل ہوگا کہ ان کے الہام خدا کے الہام کیونکر ہوسکتے ہیں۔ عیسائیوں میں بعض فرقے ایسے بھی ہیں جو نبیوں کی شان میں گستاخیاں جائز نہیں رکھتے۔ علاوہ ازیں انجیل میں صراحت سے اس مسئلہ کو بیان ہی نہیں کیا گیا۔ لندن کی عورتوں کا زور ایک باعث ہوگیا کہ دوسری عورت نہ کریں پھر اس کے نتائج خود دیکھ لو کہ لندن اور پیرس میں عفت اور تقویٰ کی کیسی قدر ہے۔" (الحکم جلد 3 مورخہ 10 جنوری 1899ء صفحہ 8)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"چار بیویاں رکھنے کا حکم تو نہیں دیا بلکہ اجازت دی ہے کہ چار تک رکھ سکتا ہے۔ اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ چار ہی کو گلے کا ڈھول بنالے۔ قرآن کا منشا تو یہ ہے کہ چونکہ انسانی ضروریات مختلف ہوتی ہیں اس واسطے ایک سے لے کر چار تک اجازت دے دی ہے ایسے لوگ جو ایک اعتراض کو اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں اور پھر وہ خود اسلام کا دعویٰ بھی کرتے ہیں میں نہیں جانتا کہ ان کا ایمان کیسے قائم رہ جاتا ہے۔ وہ تو اسلام کے معترض ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک مقنن کو قانون بنانے کے وقت کن کن باتوں کا لحاظ ہوتا ہے۔ بھلا اگر کسی شخص کی ایک بیوی ہے اسے جذام ہوگیا ہے یا آتشک میں مبتلا ہے یا اندھی ہوگئی ہے یا اس قابل ہی نہیں کہ اولاد اس سے حاصل ہوسکے وغیرہ وغیرہ عوارض مبتلا ہو جاوے تو اس حالت میں اب اس خاوند کو کیا کرنا چاہئے کیا اسی بیوی پر قناعت کرے۔ ایسی مشکلات کے وقت وہ کیا تدبیر پیش کرتے ہیں یا بھلا اگر وہ کسی قسم کی بدمعاشی زنا وغیرہ میں مبتلا ہوگئی تو کیا اب اس خاوند کی غیرت تقاضا کرے گی کہ اسی کو اپنی عصمت بیوی کا خطاب دے رکھے۔

خدا جانے یہ اسلام پر اعتراض کرتے وقت اندھے کیوں ہو جاتے ہیں یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ مذہب ہی کیا ہے جو انسانی ضروریات کو ہی پورا نہیں کرسکتا۔ اب ان مذکورہ حالتوں میں عیسویت کیا تدبیر بتاتی ہے۔ قرآن شریف کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ انسان کی کوئی ایسی ضرورت نہیں جس کا پہلے سے ہی اس نے قانون نہ بنا دیا ہو۔ اب تو انگلستان میں بھی ایسی مشکلات کی وجہ سے کثرت ازدواج اور طلاق شروع ہوتا جاتا ہے۔ ابھی ایک لارڈ کی بابت لکھا تھا کہ اس نے دوسری بیوی کر لی آخر اسے سزا بھی ہوئی مگر وہ امریکہ میں جا رہا۔

غور سے دیکھو کہ انسان کے واسطے ایسی ضرورتیں پیش آتی ہیں یا نہیں کہ یہ ایک سے زیادہ بیویاں کرلے۔ جب ایسی ضرورتیں ہوں اور ان کا علاج نہ ہو تو یہی نقص ہے جس کے پورا کرنے کو قرآن شریف سی اتم اکمل کتاب بھیجی ہے۔"

(ملفوظات جلد: 3 صفحہ: 106-107 الحکم جلد 7 مورخہ 28 فروری 1903ء)

تعلیم پرچہ نمبر 1 میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے

ذیل میں اُن انصار بھائیوں کے اسماء شائع کئے جارہے ہیں جنہوں نے 80 فیصد نمبر اس پرچہ میں حاصل کئے تھے۔ لیکن کسی وجہ سے اُن کے نام گزشتہ شمارہ میں شامل اشاعت نہیں کئے جاسکے۔

برمنگھم ویسٹ: مکرم سید منصور احمد صاحب، مکرم چوہدری ناصر احمد صاحب، مکرم چوہدری امتیاز احمد صاحب، مکرم ڈاکٹر مسعود احمد مجوکہ صاحب، مکرم سید خالد حسین صاحب۔

لیڈز نارتھ ایسٹ: مکرم جاوید احمد صاحب، مکرم محمد ارشد زبیر صاحب، مکرم محمد شعیب نیر صاحب۔

بلیک برن: مکرم عبدالسمیع صاحب، مکرم غلام حامد صاحب، مکرم حفیظ احمد صاحب، مکرم ظفر احمد صاحب۔

مجلس پٹنی: محمد عبدالرشید، طارق احمد خان، سراج دین، مبشر احمد، عبداللہ سانگو، عبدالرشید شاکر، طاہر احمد، تنویر خان، غلام مصطفیٰ جنجوعہ، امتیاز احمد، سعید احمد سہگل، مبارک احمد شاہد، طاہر محمود ملک، محمود احمد سنوری، بشارت احمد بٹ، رشید احمد، جاوید بشیر، رفیع احمد، عزیز احمد، طاہر بٹ، خواجہ طاہر احمد، ثاقب رشید، راجہ منور احمد، محمود احمد، سلیم احمد، اسد ملک، منصور خان، سعادت احمد، منصور احمد خان۔

مجلس لیڈز: جاوید احمد، محمد ارشد زبیر، محمد شعیب نیر۔

اسلام میں شادی بیاہ کا نظام اور اس کی ترجیحات

(محمد ابراہیم)

قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پہلے آنحضرت ﷺ کو اس بات کی خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تمام موجودات کا جوڑا پیدا کیا ہے خواہ ان کا تعلق حیوانات سے ہو یا نباتات سے یا جمادات سے۔ سائنس تو آج اس امر کو دنیا کے سامنے لا رہی ہے مگر قرآن کریم نے آج سے چودہ صدیاں قبل حضور ﷺ کی وساطت سے اس راز سے دنیا کو آگاہ کر دیا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ حضرت حوا کو پیدا کیا گیا اور اسی طرح ابد سے یہ نظام چلا آ رہا ہے اور قیامت تک چلتا چلا جائے گا۔ اسلام نے اپنے انبیاء اور پیاروں کے ذریعہ میاں اور بیوی کے انتخاب اور ان کے ساتھ معاشرت میں کچھ اصول مقرر فرمائے ہیں جو لوگ ان اصولوں کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان پر مسلسل عمل پیرا رہتے ہیں وہ اپنے گھروں کو جنت نظیر بنا لیتے ہیں آج کی اس نشست میں بطور یاددہانی وقت کی رعایت کے ساتھ بعض اصولوں کا ذکر مقصود ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"کسی عورت سے نکاح کرنے کی چار ہی بنیادیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو اس کے مال کی وجہ سے یا اس کے خاندان کی وجہ سے یا اس کے حسن و جمال کی وجہ سے یا اس کی دینداری کی وجہ سے۔ لیکن تو دیندار عورت کو ترجیح دے اللہ تیرا بھلا کرے اور تجھے دیندار عورت حاصل ہو"۔ (بخاری کتاب النکاح)

آنحضرت ﷺ کا طریق مبارک تھا کہ لڑکے اور لڑکی کے اعلانِ نکاح کے موقعہ پر قرآنِ کریم کی چار آیات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور حضور کی اس سنت کی اتباع میں امتِ مسلمہ میں یہ طریق مروج چلا آ رہا ہے۔ ان آیات میں پانچ مرتبہ تقویٰ اور ایک مرتبہ قولِ سدید کا ذکر کیا گیا ہے۔ تقویٰ کے معنی عرف عام میں خشیۃ اللہ یا خوفِ خدا کئے جاتے ہیں۔ اس کی کسی قدر تشریح میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں: "تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہئے وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔" (ملفوظات جلد ا صفحہ 81)۔ پھر فرمایا:

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقویٰ کی باریک راہوں کے سلسلہ میں ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ کسی آدمی کو کسی نے ایک کھوٹا سکہّ دے دیا اب وہ خیال کرتا ہے کہ یہ سکہّ میں نے اپنے گھر تو بنایا نہیں جس طرح کسی نے یہ مجھے دے دیا ہے میں بھی اسی طرح کسی اور کو دے دیتا ہوں اس بات کو اپنے ذہن میں ٹھان کر وہ شام کے اندھیرے میں کسی ایسے دوکاندار کا انتخاب کرتا ہے جس کی نظر بھی نسبتاً کمزور ہے وہ جاتا ہے اور اسی کھوٹے سکہّ کے بدلے سودا خرید لاتا ہے۔

اب یہ بات درست ہے کہ یہ سکہّ اس نے گھر نہیں بنایا اور نہ ہی چوری کیا ہے کسی نے دوسرے سکّوں کے ساتھ یہ کھوٹا سکہّ بھی اسے دے دیا ہے اسے چاہیے تھا کہ دوسرے سکّوں کے ساتھ اسے دیکھ کر لیتا اگر اپنی غلطی کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر سکا تو اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اس کھوٹے سکّے کو کھرے کے طور پر استعمال میں لائے۔ تقویٰ کی باریک راہ اس امر میں مانع ہے۔

اعلان نکاح کے وقت قرآنِ کریم کی پڑھی جانے والی آیات میں تقویٰ کے علاوہ قول سدید کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

"نکاح کے وقت جو آیات تلاوت کی جاتی ہیں ان میں قول سدید سے تعلق رکھنے والی آیت مرکزی نقطہ رکھتی ہے۔ قول سدید سے یہ مراد نہیں کہ سچ بولا جائے قول سدید سے مراد یہ ہے کہ سچ ایسا بولا جائے کہ اس سے غلط مطلب نکلنے کا کوئی امکان ہی باقی نہ رہے۔ ورنہ بسا اوقات انسان ایک سچی بات کرتا ہے اور پھر بھی بعض باتوں کو پوشیدہ رکھ لیتا ہے اور کہتا ہے میں نے جھوٹ تو نہیں بولا یہ باتیں بیان ہی نہیں کیں جو تھیں۔ اگر یہ کہا جائے مثلاً کہ میری بیٹی کو مرگی نہیں ہے اور مرگی نکلے تو یہ جھوٹ ہے لیکن بعض سمجھتے ہیں یہ کہنا ضروری تو نہیں کہ مرگی ہے اور کہتے ہیں ہم نے تو سچ بولا ہے لیکن قول سدید کا تقاضا ہے کہ کہا جائے کہ مرگی کی تکلیف ہے اور پھر اس کو سوچنے سمجھنے کے بعد اگر کوئی اس بچی سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جن کو مرگی کی تکلیفیں ہیں اور ان کے خاوند ان سے بہت خوش ہیں۔ آگے ان کی اولاد بھی اچھی پیدا ہوئی ہے تو اس لئے یہ تو نہیں ہوسکتا کہ مرگی والوں کی شادی ہی نہ ہو۔ میں نے تو ہزار ہا معاملات دیکھے ہیں جن کی مرگی والی سے شادی ہوئی اور اچھے نباہ بھی ہوئے لیکن پہلے بتانا ضروری ہے۔"

(الفضل ١١ جنوری 2005ء)

تقویٰ اور قول سدید کی کسی قدر تفصیل سننے کے بعد پیارے آقا سیدنا حضرت محمد ﷺ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔

1- مومنوں میں ایمان کی حیثیت سے کامل ترین وہ شخص ہے جو اخلاق میں بہترین ہو اور تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لئے بہتر ہو۔

2- مومن مرد (شوہر) مومنہ عورت (یعنی بیوی) سے بغض نہ رکھے اگر اس کی ایک عادت اسے ناپسند ہے تو اس کی دوسری عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔

3- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا:

"مومنوں میں ایمان کی حیثیت سے کامل ترین وہ ہے جو اخلاق میں بہترین ہو اور اپنے گھر والوں پر زیادہ مہربان ہو"۔ (ترمذی، بخاری)

4- پھر آنحضرت ﷺ نے اپنی مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا: خَیرُکُم خیرکُم لا هلهٖ واَنا خیرکُم لاهلی۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہو اور میں تم میں سے اپنے گھر والوں کیلئے سب سے بہتر ہوں۔ (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء)

5- حضور نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

وَسْتَوْصُوا بالنساءِ خیراً۔ عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔

6- اسی موقعہ پر حضور نے مزید فرمایا:

عورتیں تمہارے پاس قیدی ہیں اپنے لئے کچھ نہیں کرسکتیں اس لئے تمہارا فرض ہے کی ان کا خود خیال رکھو اور ان کی ضروریات حاجات کو پورا کرو اور حسن معاشرت کا رویہ پیش نظر رکھو۔(سیرت ابن ہشام)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا:

"چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کرسکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے کیا تم اس کو دھوکا دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کردے گی ......تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں۔ وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل اختیار کرو تا تم بخشے جاؤ......تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے"۔ (روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13-12)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے 12 ستمبر 1902ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد کے نکاح کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: "وہ تعلق جو میاں بیوی میں پیدا ہوتا ہے بظاہر وہ ایک آن کی بات ہوتی ہے ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے اپنی لڑکی دی اور دوسرا کہتا ہے کہ میں نے لی۔ بظاہر یہ ایک سیکنڈ کی بات ہے مگر اس کی بات سے ساری عمر کے لئے تعلقات کو وابسطہ کیا جاتا ہے اور عظیم الشان ذمہ داریوں اور جواب دہیوں کا جو میاں بیوی کی گردن پر رکھا جاتا ہے"۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ سورۃ البقرہ کی آیت هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "مردوں اور عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے ہمیشہ لباس کا کام دیں یعنی

ا۔ ایک دوسرے کے عیب چھپائیں۔

۲۔ ایک دوسرے کی زینت کا موجب بنیں۔

۳۔ پھر جس طرح لباس سردی گرمی کے ضرر سے انسانی جسم کو محفوظ رکھتا ہے اسی طرح مرد و عورت سکھ دکھ کی گھڑیوں میں ایک دوسرے کے کام آئیں اور پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کی دلجمی اور سکون کا باعث بنیں غرض جس طرح لباس جسم کی حفاظت کرتا ہے اور اسے سردی گرمی کے اثر سے بچاتا ہے اسی طرح انہیں ایک دوسرے کا محافظ ہونا چاہئے۔

حضرت خدیجہؓ کی مثال دیکھ لو انہوں نے شادی کے معاً بعد کس طرح اپنا سارا مال رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا تا کہ رسول کریم ﷺ کو روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی دقت پیش نہ آئے ...... یہ اہلی زندگی کو خوشگوار رکھنے کا کتنا شاندار نمونہ ہے جو انہوں نے پیش کیا"۔ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 411)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم اے مردو! اگر خدا کی رضا کو حاصل کر بھی لو اور اگر تمہاری نیکی اور تقویٰ کے نتیجہ میں اور قربانیوں کی وجہ سے جو تم اس کی راہ میں دے رہے ہو اور اس موت کی وجہ سے جو تم نے اپنے خدا کی رضا کے حصول کے لئے اپنے پر وارد کی ہو اور اس اثر کے نتیجہ میں جس سے تمہاری بیویاں ایک حد تک متاثر ہوئی ہیں۔ اس دنیا میں خدا کی رضا کی جنت کو حاصل بھی کر لو تو کون کہہ سکتا ہے کہ جنت ہمیشہ رہنے والی ہے جب تک کہ مستقل طور پر امت مسلمہ کی ہر عورت ان قربانیوں کو بجا نہ لائے جن قربانیوں کی توقع مردوں اور عورتوں ہر دو سے کی جاتی ہے اور جب تک عورت اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے والی نہ ہو جیسا کہ اس کے خاوند اور اس کے باپ اور اس کے بھائی اور اس کے دوسرے رشتہ دار اور تعلق رکھنے والے مرد اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے والے ہیں اس وقت تک اس جنت کو دوام حاصل نہیں ہوسکتا"۔ (خطبات ناصر جلد اول صفحہ 594-593)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ایک لڑکی نے مجھے خط لکھا کہ خدا کے لئے میرے لئے دعا کریں خدا مجھے ایک بیٹا دیدے۔ چار بیٹیاں ہیں اور ہر بیٹی کے وقت عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہوں۔ ساس طعنے دیتی ہے، نندیں طعنے دیتی ہیں، خاوند کہتا ہے کیا جوتھ جیسی چیز تم ہمارے گھر آ گئی ہو۔ کیا نحوستیں لے کر آئی ہو ہماری نسل برباد کردی کوئی بیٹا نہیں پیدا ہوا۔ اور یہ نحوستیں جو ہیں یہ وہ ساسیں ان کو نحوست سمجھتی ہیں اور نحوست کی تعلیم دے رہی ہوتی ہیں اپنے بچوں کو۔ تو کیا وہ خود عورت نہیں ہیں؟ کیا وہ خود نحوست کا نشان نہیں ہیں؟۔ ایسی ذلیل اور کمینی حرکتیں اگر احمدی معاشرے میں پائی جائیں تو ہم دنیا کو تعلیم دینے کے قابل نہیں ہیں"۔ (خطبات طاہر عیدین خطبہ عید الفطر 5۔اپریل 1992ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ربّنا هب لنا من ازواجنا و ذرّيّتنا قرّة اعين و جعلنا للمتّقين اِمَامًا کی تشریح کرتے ہوئے ایک موقع پر فرماتے ہیں: "یہ وہ دعا ہے جس کے ذریعہ ہمارے گھروں کے حالات سدھر سکتے ہیں۔ جو خطوط مجھے ملتے ہیں۔ روزانہ بلا استثناء ان میں کچھ خطوط ایسے ضرور ہوتے ہیں جن میں گھریلو ناچاقیوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے عذاب کا ذکر ہوتا ہے۔ اور ایسے خطوط بعض دفعہ بچوں کی طرف سے ملتے ہیں۔ بچے لکھتے ہیں کہ ہمارے والدین آپس میں ایک دوسرے کے خلاف گندی زبان استعمال کرتے ہیں گھر جہنم بنا ہوا ہے۔ ہم بہن بھائی یوں لگتا ہے بے سہارا ہیں اور ہم پر کوئی چھت نہیں ہے۔ بہت ہی تنگ ہیں اس صورت حال میں مشکل یہ ہے کہ ہم کسی کی طرفداری نہیں کر سکتے۔ پھر بیویوں کے خط آتے ہیں، خاوندوں کے آتے ہیں۔ اخلاق کی کمی کے نتیجے میں یہ دنیا ہمارے لئے جہنم بن سکتی ہے۔ اگر اخلاق گھروں کو جہنم بنا سکتے ہیں تو یہی اخلاق قوموں کو بھی جہنم میں دھکیل دیتے ہیں۔ یہی اخلاق بنی نوع انسان کے لئے جہنم پیدا کر دیتے ہیں۔ پس اخلاق کی بہت بڑی اہمیت ہے اور اعلیٰ خلق کے نتیجہ میں صرف ہمارے گھر ہی جنت کے نشان نہیں بن سکتے بلکہ ہماری گلیاں، بازار اور وطن بھی جنت کے نشان بن سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔ میں نے پہلے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اس دعا سے استفادہ کرنے کی ضرورت

باقی صفحہ نمبر 11 پر ملاحظہ فرمائیں

جولوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

مجلس انصاراللہ برطانیہ کے زیراہتمام قرآن کریم کی نمائش

(رپورٹ: شکیل احمد بٹ لندن)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ فرمودہ 23 مارچ 2011ء میں ایک بدفطرت امریکی پادری جس نے قرآن کریم کے متعلق بیہودہ زبان استعمال کی اور اس کو جلانے کا مرتکب بنا۔ اُس بارہ میں فرمایا کہ ''صحیح ردِ عمل ایسے واقعات کا یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال اور اپنے الفاظ سے قرآن کریم کی ایسی تصویر پیش کرے جسے دیکھ کر دنیا خود ایسی حرکت کرنے والے کی مذمت کرے۔ ہمیں اس بات کی فکر نہیں ہے کہ اس کی گستاخی سے خدانخواستہ قرآن کریم کو کوئی نقصان پہنچے گا، خدا تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ قرآن کریم کی عزت کسی کے سر کی قیمت لگائے جانے سے یا غیر قانونی مظاہرے سے نہیں قائم کی جاسکتی، ایک حقیقی مومن قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم پر عمل کر کے اس کی بڑائی کو ثابت کرتا ہے''۔

حضور ایدہ اللہ کے اس ارشاد کی روشنی میں مجلس انصاراللہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل اور نصرت سے اس بات کی توفیق ملی کہ قرآن کریم کی حقیقی اور خوبصورت تعلیم کو لوگوں تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ 17 مئی 2011ء بروز منگل وانڈزورتھ ٹاؤن ہال لندن میں قرآن کریم کی نمائش کا اہتمام کیا گیا جس میں جماعتِ احمدیہ کے تحت کئے گئے قرآن کریم کے تراجم خوبصورت شیشے کی الماریوں میں رکھے گئے تھے، نابینا افراد کے پڑھنے والا قرآن بھی شامل کیا گیا۔ قرآن کریم سے منتخب آیات معہ تراجم بڑے بڑے پوسٹر بنا کر آویزاں کئے گئے۔ بعض نایاب پوسٹر بھی نمائش کا حصہ بنے جس پر قرآن کریم میں مختلف چیزوں کو خوبصورت آرٹ کے ذریعہ پیش کیا گیا تھا۔ جیسے پھل، شہد اور دودھ وغیرہ کے متعلق آیات۔

افتتاحی تقریب میں مکرم صدر صاحب مجلس انصاراللہ، مکرم امام عطاء المجیب راشد صاحب، وانڈزورتھ کونسل کے میئر، ڈپٹی میئر اور کونسل لیڈر کے علاوہ ایک کونسلر، لوکل اخبار گارڈین کے نمائندہ۔ دو اسکولوں کے طلباء واساتذہ اور غیراز جماعت کُل 108 مہمان اور قریباً 150 احمدی احباب وخواتین موجود تھے۔

صبح آٹھ بجے سے ہال ملنے پر کارکنان مکرم صدر صاحب مجلس کی ہدایت کے مطابق مختلف تیاری کے کاموں میں مصروف عمل ہو گئے۔ گیارہ بجے سے ہی مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ افتتاح تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم سید نصیر احمد صاحب نے کی۔ جس میں کونسل لیڈر Mr Ravi Govinder اور میئر وانڈزورتھ Mr Piers Connolly اور مکرم امام صاحب عطاء المجیب راشد نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے قرآنِ کریم کی عظمت اور اہمیت بیان کی۔ مکرم منصور شاہ صاحب نے لوگوں کو خوش آمدید کہا اور دعا کے ساتھ یہ تقریب مکمل ہوئی۔ کونسل لیڈر اور میئر نے اپنے خطاب میں جماعتی سطح پر لوکل سوسائٹی کے لئے کوششوں اور قرآنِ کریم سے متعلق اس نمائش کے انعقاد پر شکریہ کا اظہار کیا اور جماعتی کوششوں کو سراہا۔ مکرم امام صاحب عطاء المجیب راشد نے بعض لوگوں کی طرف سے قرآنِ کریم کو جلانے سے متعلق غلط خیالات کی نفی کی اور نہایت اختصار سے قرآنِ کریم کی تعلیمات کو مؤثر طریق پر بیان کیا۔

قرآنِ کریم کے 39 مختلف زبانوں پر مشتمل تراجم اور 50 مختلف عناوین پر مشتمل 110 پوسٹر جو یو کے جماعت سے حاصل کئے گئے تھے اس کے علاوہ تقریباً 50 پوسٹرز جو قرآن کیلی گرافی اور قرآن کریم میں بیان شدہ پھلوں پر مشتمل آیات کریمہ جو کہ ایک احمدی خاتون نے تیار کئے تھے، نمائش میں شامل کئے گئے اسی طرح 4 پاور پوائنٹ ویڈیو سلائیڈز بڑی سکرینوں پر دکھائی جاتی رہیں۔ اور اسی طرح جماعتی کُتب کا ایک سٹال بھی لگایا گیا تھا۔ میئر وانڈزورتھ کو انگلش ترجمہ والا قرآن کریم اور اسلامی اصول کی فلاسفی بطور تحفہ پیش کی گئی۔

ساڑھے تین بجے کارکنان و دیگر احمدی احباب نے نماز ظہر وعصر باجماعت ادا کی۔ شام پونے چھ بجے مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی جس میں محترم امام صاحب نے مہمانوں کے سوالات کے جوابات دیئے۔ آخری اجلاس میں مرکزی دفاتر کے مہمانوں کو بھی پروگرام میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ اختتامی تقریب میں مکرم ومحترم امیر صاحب نے تشریف لا کر حاضرین سے خطاب کیا۔ پونے آٹھ بجے یہ پروگرام دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

پروگرام کی تشہیر اور مہمانوں کو مدعو کرنے کی غرض سے اس نمائش کا اشتہار لوکل اخبار گارڈین اور اس کی ویب سائٹ پر ڈالا گیا تھا۔ اس کے علاوہ پٹنی، ساؤتھ فیلڈ سٹیشن، وانڈزورتھ ٹاؤن اور ساؤتھ تھیمز کالج میں اسٹالز لگا کر تقریباً 6000 ہزار اشتہارات تقسیم کئے گئے تھے۔ لجنہ اماء اللہ یو کے نے بھرپور تعاون کیا 40 اسکولوں کو شامل ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ لوکل کونسل اسٹاف کو بھی مختلف ذرائع سے مطلع کیا گیا تھا۔ مکرم ریجنل امیر صاحب لندن ریجن نے بھرپور تعاون کیا تقریباً 4000 غیراز جماعت لوگوں کو ای میل کے ذریعہ آگاہ کرتے ہوئے دعوت دی گئی تھی۔ نمائش والے دن بھی اشتہارات دینے کا سلسلہ جاری رکھا گیا اور باہر فٹ پاتھ پر ایک تبلیغی سٹال لگا کر لوگوں کی توجہ کو مبذول کروایا گیا۔

نمائش دیکھنے والوں میں کئی کونسلرز اور لوکل پولیس افسران نیز لوکل پولیس کمانڈر بھی شامل تھے۔ قریباً 500 احمدیوں اور 167 مہمانوں کے علاوہ 5 اسکولوں کے 209 طلباء اور 25 اساتذہ نے بھی نمائش دیکھی۔ اس طرح کل غیراز جماعت مہمان 401 شامل ہوئے۔ دو عرب مہمان نمائش سے جانے کے بعد دوبارہ واپس آئے اور تفصیلی تبلیغی گفتگو کی اور مزید رابطہ کے لئے اپنے کوائف مہیا کئے۔ مہمانوں نے قرآن کریم کی تعلیمات پر مشتمل پوسٹر سلائیڈ شو اور جماعت

کی طرف سے قرآن کریم کے مختلف زبانوں پر مشتمل تراجم دیکھ کر اسے سراہا۔ تقریباً 40 مہمانوں نے رجسٹر پر اپنے تأثرات قلمبند کئے۔

سارا دن چائے اور ریفریشمنٹ کے علاوہ دوپہر اور رات کے لئے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا جس میں آنے والے تمام مہمان شامل ہوتے رہے۔ لجنہ اماء اللہ یوکے نے بڑی محنت سے اسکولوں کے طلباء کے لئے سلائڈ شو اور قرآنی کیلی گرافی، قرآن کریم پر مشتمل سٹوری ورکشاپ، مختلف مساجد سے متعلق کلرنگ ورکشاپ، جائے نماز، ٹوپیاں اور دوپٹہ وغیرہ طلباء کو دکھانے کے لئے پروگرام تیار کئے۔

مکرم صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے اس Exhibition کے لئے مکرم منصور احمد صاحب کاہلوں نائب صدر صف دوم کو انچارج مقرر کیا تھا۔ جنہوں نے بڑی محنت سے کام کیا۔ مہمان نوازی اور کھانے سے متعلق ذمہ داری نائب صدر چوہدری رفیق احمد صاحب جاوید کی تھی اور نمائشی ہال کی ذمہ داری نائب صدر مرزا عبدالرشید صاحب اور قائد تعلیم القرآن مکرم اسحاق ناصر صاحب کے ذمہ تھی۔ قائد عمومی مکرم ظہیر احمد جتوئی صاحب تمام ٹرانسپورٹ ڈلیوری اور سامان کی واپسی کے انچارج تھے۔ وانڈز ورتھ کونسل واسکولوں کے ساتھ رابطہ کرنے میں مکرم ڈاکٹر غضنفر شیخ صاحب نے بہت محنت سے کام کیا۔ اسی طرح دوسری ڈیوٹیوں اور حفاظتی ٹیموں میں تقریباً 70 کے قریب انصار کو کام کرنے کی توفیق ملی۔ بعض دیگر انصار کو بھی مکرم صدر مجلس انصار اللہ کی راہنمائی میں خدمت کی توفیق ملی۔ خاص طور پر شیخ طارق محمود صاحب۔ ڈاکٹر مجیب الحق صاحب۔ عظیم خان صاحب۔ شکیل احمد بٹ صاحب۔ مظفر حسین صاحب، محمود رفیق صاحب۔ محمد احمد راجہ صاحب۔ نعیم احمد رضا صاحب، فیاض ملہی صاحب اور ان کی ٹیم۔ منصور احمد قمر صاحب۔ اس کے علاوہ مکرم رانا لطیف صاحب زعیم اعلیٰ بیت النور اور اُن کی ٹیم۔ زعیم اعلیٰ بیت الفتوح اور ان کی ٹیم نے بہت محنت کی۔ جزاکم اللہ واحسن الجزاء

اللہ تعالیٰ تمام کارکنان کو جزائے خیر سے نوازے اور ان کی کوششوں کو قبول فرمائے، اس پروگرام کے بہتر نتائج ظاہر فرمائے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کی صورت فرمادے جس کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان پروگراموں کے انعقاد کا ارشاد فرمایا تھا۔ آمین

مجلس انصار اللہ ساؤتھ ویسٹ کا ریجنل اجتماع

7 مئی 2011ء بروز ہفتہ مجلس انصار اللہ ساؤتھ ویسٹ ریجن کو اپنا دسواں سالانہ اجتماع کے انعقاد کی توفیق ملی۔ پروگرام کا آغاز گیارہ بجے تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم نعیم احمد طاہر صاحب نے کی۔ ریجنل ناظم مکرم منور احمد مغل صاحب نے انصار اللہ کا عہد دہرایا۔ مکرم سفیر احمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام پیش کیا۔ ریجنل ناظم کے افتتاحی خطاب کے بعد علمی مقابلہ جات کا انعقاد ہوا جو تلاوت، نظم، تقریر اور دینی معلومات پر مشتمل تھے۔ بعد ازاں محترم منصور احمد کاہلوں صاحب نائب صدر صف دوم نے انصار اللہ چیریٹی واک 2011ء کے بارہ میں آگاہ کیا اور انصار سے فنڈ جمع کرنے اور شرکت کرنے پر زور دیا۔

مکرم وسیم احمد چودھری صاحب صدر مجلس انصار اللہ یوکے نے اپنے خطاب میں انصار کو اُن کی ذمہ داریوں اور موجودہ دَور کے تقاضوں کی طرف توجہ دلائی اور حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کی مثالوں سے ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے تبلیغ میں سستی کو دُور کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ شہید، حضرت برہان الدین جہلمی صاحبؓ اور شہیدانِ لاہور کے واقعات بڑی محبت اور درد کے ساتھ بیان فرمائے اور ان واقعات کو انصار کے لیے مشعل راہ قرار دیا۔ خطاب کے آخر میں صدر صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے جلسہ سالانہ بنگلہ دیش سے خطاب (فرمودہ مؤرخہ 6 فروری 2011ء) کا حوالہ دیتے ہوئے اجتماع کے شرکاء کو تبلیغ کو اپنا مشن بنانے کے لیے کہا۔ صدر صاحب نے اپنے خطاب کے بعد دعا کروائی۔

کھانے اور نمازوں کے وقفہ کے بعد اختتامی اجلاس منعقد ہوا جس میں سیکرٹری اجتماع مکرم شکیل احمد صاحب نے اجتماع کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ 27 انصار نے اجتماع میں شرکت کی جبکہ ریجن کی کل تجنید 39 ہے۔

مقابلوں میں پوزیشن حاصل کرنے والوں میں سندات تقسیم کرنے کے بعد ریجنل ناظم نے اختتامی تقریر کی اور شام چار بجے دعا کے ساتھ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

ریجنل اجتماع مجلس انصار اللہ نارتھ ایسٹ

22 مئی 2011ء کو بروز اتوار مجلس انصار اللہ نارتھ ایسٹ ریجن کو اپنا سولہواں سالانہ اجتماع مسجد بیت الحمد بریڈفورڈ میں منعقد کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ اجتماع کمیٹی جس نے کئی ہفتے پہلے اپنا کام شروع کر دیا تھا، اس کے صدر مکرم رشید صادق امینی صاحب تھے۔

اجتماع کے روز صبح ناشتہ پیش کیا گیا اور قریباً دس بجے اجتماع کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔ افتتاحی اجلاس کی صدارت مکرم بلال ایٹکنسن صاحب ریجنل امیر نے کی۔ تلاوت قرآن کریم اور انگریزی ترجمہ، عہد دہرانے اور نظم کے بعد ریجنل ناظم مکرم غلام ربانی صاحب نے شرکاء اجتماع کا شکریہ ادا کیا اور انصار کو اُن کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد مکرم ڈاکٹر قمرالدین امینی صاحب نے احمدیت کی صداقت کے موضوع پر خطاب کیا اور قرآن وحدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے حوالہ سے اپنا مؤقف نہایت عمدگی سے پیش کیا۔

بعد ازاں علمی مقابلہ جات منعقد ہوئے جن میں تلاوت قرآن کریم، نظم خوانی، تقاریر شامل ہیں۔ ورزشی مقابلہ جات میں ٹیبل ٹینس اور کلائی پکڑنا کے دلچسپ مقابلے ہوئے۔

کھانے کے وقفے کے بعد نماز ظہر وعصر ادا کی گئیں۔ اور پھر معلومات عامہ و دینی معلومات کا مقابلہ ہوا جس میں آٹھ ٹیمیں شامل ہوئیں۔ یہ مقابلہ مکرم ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے کروایا۔ جس کے بعد اختتامی اجلاس منعقد ہوا۔

اختتامی اجلاس کی صدارت مکرم رفیق احمد جاوید صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ برطانیہ نے کی۔ تلاوت، عہد دہرانے اور نظم کے بعد انعامات تقسیم کئے گئے۔ صدر اجلاس نے عائلی زندگی کی مسرتوں سے متعلق بہت اہم خطاب کیا۔ اختتام سے قبل مکرم ریجنل امیر صاحب نے دعا کروائی۔

(رپورٹ: اعجاز الحق ملک)

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

"نشیمن"

یہ خوبصورت نام ایک ایسی دلچسپ کتاب کا ہے جس میں مختصر لیکن نہایت سبق آموز اور ایمان افروز مضامین جمع کردیئے گئے ہیں جس طرح رنگ برنگے تنکوں، دھاگوں اور پھولوں پتوں سے ایک پرندہ اپنا آشیاں تعمیر کرتا ہے، اسی طرح مصنفہ نے نہایت قابلیت سے مختلف النوع کہانیوں کو ترتیب دے کر یہ نشیمن بنانے کی نہایت کامیاب کوشش کی ہے۔

علمی، ادبی، دینی اور معلوماتی مضامین کا یہ مجموعہ کئی سال پہلے شائع ہوا تھا جسے مصروفیات کے علاوہ اِس خیال نے بھی تفصیلی مطالعہ سے باز رکھا کہ یہ کتاب دیگر دستیاب بہت سی کتب کی طرح ایسے چھوٹے موٹے افسانوں پر مشتمل ہے جن میں جھوٹی سچی باتوں کا سہارا لے کر کہانیاں تراشی گئی ہوں ...... لیکن اب جب اِس کتاب کی باقاعدہ طور پر ورق گردانی کی تو یہ لکھتے ہوئے ہمیں خوشی ہے کہ ایک علمی خاندان سے تعلق رکھنے والی خاتون کے قلم سے نکلے ہوئے یہ شہ پارے واقعی اِس قابل ہیں کہ اِن کا مطالعہ نہ صرف خود کیا جائے بلکہ احمدی خواتین کو خصوصیت سے کروایا جائے۔ اس کتاب میں مختلف النوع دلچسپ مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ جن میں سے بعض میں ایسے پہلوؤں کو مختلف انداز میں اجاگر کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے جن سے گھروں میں امن وسکون اور شادمانی کی فضا قائم ہوسکے۔ ایسے امور بھی بیان کئے گئے ہیں جنہیں مائیں اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہوئے پیش نظر رکھیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ اُن کی آئندہ نسل اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گی۔ کئی بزرگوں کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو احتیاط سے سپرد قلم کیا گیا ہے جو نہ صرف ایمان افروز ہیں بلکہ دوسروں کے لئے نمونہ بھی۔ بہت سے ایسے معلوماتی مضامین بھی "نشیمن" میں شامل اشاعت ہیں جو گہرے ذاتی مشاہدات کا نتیجہ ہیں۔

محترمہ امۃ الباسط ایاز صاحب کی یہ خوبصورت معلوماتی اور تربیتی کاوش قریباً چارصد صفحات پر مشتمل ہے اور عمدہ کمپوزنگ، بہترین طباعت، دیدہ زیب سرورق اور عمدہ گیٹ اپ کے علاوہ Hard Cover کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ مصنفہ نے اس کا انتساب اپنے بزرگ والد "خالد احمدیت" حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے نام کیا ہے جو نہ صرف ایک عالم باعمل تھے بلکہ اُنہیں تقریر وتحریر میں بھی ایک خاص ملکہ حاصل تھا اور جن کی قلمی خدمات سے قیامت تک کی احمدی نسلیں فیضیاب ہوتی چلی جائیں گی۔

کتاب میں پچاس سے زیادہ مضامین شامل کئے گئے ہیں اور ہر مضمون ایک نئے زاویہ سے لکھا گیا ہے جس میں دلچسپی آغاز سے انجام تک قائم رہتی ہے اور دل کی کیفیت کے مطابق اُس پر ہر مضمون کے مثبت اثرات بہت عمدگی سے ظاہر ہوتے ہیں اور قاری بے ساختہ قلمکار کی روانیٔ تحریر اور شستہ انداز بیان کا قائل ہوتا چلا جاتا ہے۔ پس رواں دواں تحریر ہو اور موضوع ہمیشہ ایسا ہو جو اخلاقی اقدار کو روحانی اقدار سے ملانے والا ہو تو ایک احمدی قاری کا لطف دوبالا ہوجاتا ہے۔ ذیل میں ہم صرف چند مضامین میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اِن کا مطالعہ آپ کو اس دلچسپ کتاب کے مطالعے پر مجبور کردے گا۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "کسی لڑکی کا نام جنت تھا۔ کسی شخص نے کہا کہ یہ نام اچھا نہیں کیونکہ بعض اوقات انسان آواز مارتا ہے کہ جنت گھر میں ہے؟ اور اگر وہ نہ ہو تو گویا اس سے ظاہر ہے کہ دوزخ ہی ہے یا کسی کا نام برکت ہو اور یہ کہا جائے کہ گھر میں برکت نہیں تو گویا نحوست ہوئی"۔ فرمایا: "یہ بات نہیں ہے۔ نام رکھنے سے کوئی حرج نہیں ہوتا اور اگر کوئی کہے کہ برکت اندر نہیں ہے تو مطلب یہ ہے کہ وہ اندر نہیں ہے نہ یہ کہ برکت نہیں ہے۔ یا اگر کہے کہ جنت نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ جنت نہیں ہے اور دوزخ ہے بلکہ یہ کہ وہ انسان اندر نہیں ہے جس کا نام جنت ہے۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 180)

بعض لوگ ناموں سے اس قدر متأثر ہوتے ہیں کہ کسی کو مصیبت میں دیکھ کر کہہ دیں گے کہ اپنا نام ہاجرہ سے بدل لو کیونکہ ہاجرہؑ نے بڑے مصائب دیکھے تھے۔

بچہ تو معصوم اور بے گناہ پیدا ہوتا ہے۔ نام کے بارہ میں وثوق سے یہ کہنا کہ سو فیصدی بچے پر اثر پڑتا ہے، یہ بات مانی نہیں جاسکتی۔ ورنہ دولت بی بی کو گھروں میں صفائی کرکے اپنا پیٹ نہ پالنا پڑتا۔

Cook Islands میں کسی باپ کے ہاں پہلا بیٹا پیدا ہوا تو اُس کا نام رکھا گیا "آکاٹاکا ٹیموٹاٹا" یعنی Start of the Engine۔ ساری فیملی خوش تھی کہ یہ بہت اچھا نام ہے۔ ایک ملک Samoa Island کے ایک اخبار میں خبر چھپی کہ ہسپتال ڈیلیوری کے لئے جارہے تھے۔ رش کی وجہ سے بچہ گاڑی میں ہی پیدا ہوگیا تو ماں باپ نے اُس کا نام "آسولیاگا" رکھ لیا یعنی Bad Day۔ اسی طرح وہاں Sea Cucumber یعنی سمندری کھیرا اور Dog's Eye یعنی کتے کی آنکھ جیسے نام بھی رکھ لیتے ہیں۔ ایک بچہ جو وقت سے پہلے پیدا ہوگیا اُس کا نام "ٹانے آونا" یعنی Had to come tomorrow رکھ دیا گیا۔ ایک لڑکی کا نام رکھنا تھا، باپ فون کے پاس بیٹھا تھا، اُس کا نام ٹیلیفون ہی رکھ دیا گیا۔ یہ سب کچھ میرے مشاہدے میں ہے۔

جزیرہ طوالو پر ایک بچی کا نام تھا "لوئی ماتا" یعنی آنسو۔ وجہ یہ تھی کہ اُس کے پیدا ہونے پر پر ماں مرگئی تھی اور سب رو رہے تھے۔ جب نام تجویز کرنے کا خیال آیا تو یہی نام مناسب معلوم ہوا۔

مشرقی افریقہ میں ایک ہمارا ملازم تھا جس کا نام ہی Christian تھا۔ کئی بچوں کا نام ہفتے کے مختلف دنوں پر رکھا ہوا بھی نظر آیا۔ یعنی جس دن بچہ پیدا ہوا وہی دن اُس کا نام بن گیا۔ اسی طرح مہینوں کے ناموں پر نام رکھنا بھی کوئی تعجب کی بات نہیں۔

نیوزی لینڈ میں بھی کسی کے نام کی کوئی اہمیت نہیں۔ کسی کے ہاں دو بیٹیاں پیدا ہوں تو ایک کا نام پاؤنڈی اور دوسری کا شلنگ رکھ لیا۔ کسی بستی میں جڑواں

بچے پیدا ہوئے تو باپ نے سمندر میں سے گزرتے ہوئے دو بحری جہازوں کے نام اپنے بیٹوں کو دیدیئے۔ طوالو اور ٹونگا جزائر میں تو بعض لوگوں نے بچوں کو گنتی کے نام بھی دے رکھے ہیں۔ یعنی پہلے کا نام ایک دوسرے کا دو تیسرے کا تین......

کبھی کبھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد جو چیز پہلے نظر آئی وہی بچے کا نام بھی بن گئی۔

یورپ میں کتوں، بلوں اور پرندوں کے علاوہ دکانوں کے بھی عجیب و غریب نام دیکھنے میں آتے ہیں۔ برطانیہ میں شاپنگ سینٹر sainsbury دراصل ایک شخص کا نام ہے جس نے اِس سٹور کا آغاز کیا۔ اسی طرح Jhonlouis اور Lipstick بھی لندن میں دکانوں کے نام ہیں۔

ہمارے معاشرہ میں بچہ کو اچھا بامعنی نام دینے کا رواج ہے تاکہ اُس کے اچھے اثرات بچے کی ساری زندگی میں نظر آسکیں۔ ایک بار کسی نے MTA پر ہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے اپنے نام کی تبدیلی کی درخواست کی جو حضورؒ نے منظور فرمائی اور نیا نام بھی تجویز فرمادیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسمائے حسنیٰ ہی بہترین اور مبارک نام ہیں۔ طوالو میں جب پہلے عیسائی نے احمدیت قبول کی تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اُس کا نام عبدالاوّل رکھا۔ پاکستان میں بھی ایک خاندان میں جب چھٹی بیٹی کا نام رکھنے کے لئے حضورؒ سے درخواست کی گئی تو اُسے امۃ الآخر کا نام عطا ہوا۔ مذکورہ دونوں ناموں سے ان کی برکت ہی مقصود تھی۔

حضورؒ نے ایک بار ہومیو پیتھی ناموں سے متعلق یہ دلچسپی بات بھی بتائی کہ ایک بچی جس کو سلیشیا موافق آتی تھی، اُس کو اسی نام سے بلاتے تھے اور دوسری بہن کو برائی اونیا کے نام سے بلاتے تھے۔

بعض خاندانوں میں اوپر تلے تین چار بیٹیوں کی پیدائش پر بیٹے کی خواہش قدرتی امر ہے۔ ایک فیملی نے چوتھی بیٹی کا نام بشریٰ رکھ لیا کہ اب کی بار بیٹا ہی ہوگا مگر پھر بیٹی ہوگئی تو اُس کا نام بھی بشریٰ ہی رکھ دیا۔ چونکہ دونوں کے نام ایک ہی تھے اس لئے ایک کے ساتھ بڑی اور دوسری کے ساتھ چھوٹی کا اضافہ کر کے اُنہیں بلایا جاتا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے بھی عطا فرمائے۔

☆ نیوزی لینڈ آسٹریلیا سے 1600 کلومیٹر جنوب مشرق میں ہے۔ کُل آبادی 33 لاکھ ہے۔ یہاں پہلے پہل پولی نیشن لوگ آئے۔ جلد بعد عیسائی مشنری 1814ء میں پہنچے۔ سب سے پہلے ایک شخص Kupe تھا جس نے اس ملک کو دریافت کیا اور اسے Aoteora کا نام دیا یعنی Land of long white cloud۔ بعض مؤرخین نے کیپٹن کُک کو یہ اعزاز دیا کہ اُس نے یہ ملک دریافت کیا ہے کیونکہ دارالحکومت ولنگٹن میں ملک کا سب سے بڑا پہاڑ بھی Mount Cook کہلاتا ہے۔ یہ پہاڑ اتنا بڑا ہے کہ سارا سوئٹزرلینڈ اس پہاڑ میں چھپ جائے۔

آک لینڈ شہر تجارت کے لئے بڑا مشہور ہے جو جہازوں اور کشتیوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اس شہر کو City of Sail بھی کہتے ہیں۔ کشتی قریباً ہر شخص کے پاس ہوتی ہے جسے وہ اپنی مقررہ پارکنگ کی جگہ پارک کرتا ہے۔ غلط پارکنگ پر جرمانہ کے علاوہ کشتی چلانے کا لائسنس بھی ہذف کرلیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی کشتی چور کشتیاں چرا بھی لیتے ہیں جنھیں بعض اوقات پولیس بازیاب بھی کروالیتی ہے۔ کشتی رانی اور مچھلی پکڑنے کے مقابلے یہاں کے پسندیدہ کھیل ہیں۔

ملک کی شروع کی آبادی میں عیسائیوں نے اپنی تعلیم کے لئے چرچ بنا کر صرف عیسائیت کی تعلیم دینی شروع کی لیکن بعد میں ان کے اپنے قبائل کے سرداروں نے اپنی مذہبی تعلیم کو رائج کرنا ضروری سمجھا اور اپنے الگ الگ گرجے بنائے اور عبادتگاہیں بنائیں جن کو Marai کہتے ہیں۔ ان کے اعتقاد میں روحوں کا زندہ انسانوں سے باتیں کرنا بہت یقینی حد تک پہنچ گیا ہے۔ یہ تو ہم پرست لوگ ہیں۔

☆ یہ کہانی شہر مکہ سے شروع ہوتی ہے جہاں ایک غریب نوجوان رہتا تھا جس کا نام ابوبکر محمد تھا۔ یہ نوجوان اس قدر غریب تھا کہ کئی کئی وقت کھانے کو روٹی نہ ملتی تھی لیکن ایماندار اور نیک اس قدر تھا کہ کسی کی چیز کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ ایک دن اُسے بازار میں کسی کی گری ہوئی پوٹلی دکھائی دی۔ اُس نے اُسے کھول کر دیکھا تو اندر سے ایک قیمتی ہار نکلا جو کسی امیر عورت کا معلوم ہوتا تھا۔ یہ نوجوان اِس ہار کو فروخت کر کے امیر بن سکتا تھا لیکن اسلامی تعلیم کے مطابق اُسے اِس ہار کے مالک کو تلاش کرنا تھا اور کم از کم ایک سال تک اسے بطور امانت اپنے پاس رکھنا تھا۔ تاہم ہار کا مالک جو ایک شریف بوڑھا تھا، اُسے جلد ہی مل گیا جس نے ہار کی نشانیاں بتا کر وہ ہار ابوبکر محمد سے حاصل کیا اور انعام کے طور پر چند اشرفیاں اُسے دینا چاہیں۔ لیکن ابوبکر محمد اگرچہ اُس وقت بے حد ضرورتمند تھا لیکن اُس نے اشرفیاں لینے سے انکار کردیا۔

کچھ عرصہ بعد ابوبکر محمد نے اپنی غربت سے تنگ آکر کسی دوسرے ملک میں جا کر قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا۔ ایک روز وہ کشتی میں سوار ہوکر روانہ ہوا لیکن دوران سفر ایک طوفان نے اس کشتی کو تباہ کردیا۔ ابوبکر محمد نے بھی ٹوٹی ہوئی کشتی کا ایک تختہ پکڑلیا۔ چند نوجوان کسی نہ کسی طرح تیرتے ہوئے تختوں کی مدد سے ایک قریبی جزیرے پر پہنچنے میں کامیاب ہوئے جن میں ابوبکر محمد بھی شامل تھا۔ جزیرے والوں نے ان کا بہت خیال رکھا اور جلد ہی ابوبکر محمد اپنی محنت اور دیانت سے باعزت زندگی گزارنے کے قابل ہوگیا۔ پھر اُس کی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے وہاں کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا اور چند بوڑھے اُس کے پاس آکر کہنے لگے کہ ہمارے جزیرہ میں ایک بہت ہی نیک انسان رہتا تھا، کچھ ہی دن ہوئے اس کا انتقال ہوا ہے اور اب اُس کی اکلوتی بیٹی جو خوبصورت اور سلیقہ مند ہے، اکیلی رہ گئی ہے، اگر آپ پسند کریں تو آپ کا نکاح اُس کے ساتھ کردیا جائے۔

ابوبکر محمد کی رضامندی سے اُس کا نکاح اُس لڑکی سے ہوگیا۔ شادی کے بعد اُس نے اپنی بیوی کو دیکھا تو حیرت سے اُس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس لئے اُس نے اپنے گلے میں وہی ہار پہن رکھا تھا جو مکہ کے بازار میں ابوبکر محمد کو ملا تھا۔ اُس کے پوچھنے پر بیوی نے بتایا کہ یہ ہار میرے اباجان نے میرے لئے خریدا تھا۔ اُس نے اس ہار کی گمشدگی اور پھر ملنے کا قصہ بھی سنایا اور بتایا کہ جس ایماندار نوجوان نے یہ ہار واپس کیا تھا، میرے والد ہمیشہ اُسے دعاؤں میں یاد رکھتے تھے۔ ابوبکر یہ سن کر سوچنے لگا کہ شاید انہوں نے یہ دعا بھی کی ہو کہ وہ نوجوان اس بیٹی کا نصیب بن جائے۔ پھر اُس نے سارا واقعہ اپنی بیوی کو بتایا۔ بعد میں یہی ابوبکر محمد بہت بڑا عالم بنا اور تاریخ میں اُن کا نام قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاری کے طور پر محفوظ چلا آتا ہے۔

نوٹ:

اگر آپ بھی اپنی پسندیدہ کسی کتاب کا تعارف ''انصار ڈائجسٹ'' کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم فون نمبر 07947408144 پر رابطہ فرمائیں۔